ماہنامہ

دختران اسلام
لاہور

اگست 2013ء

میرے عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

عاشقِ رسول حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا جیو ٹی وی چینل کے پروگرام

"اُٹھو جاگو پاکستان" کیلئے خصوصی فیملی انٹرویو

فرمان الٰہی

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا. اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا.

(النساء، ۴:۱۴۵. ۱۴۶)

”بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ مومنوں کی سنگت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا“۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً.

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور امید رکھے گا جو کچھ بھی تو کرتا رہے میں تجھے بخشتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کے برابر گناہ بھی لے کر میرے پاس آئے پھر مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو یقیناً میں زمین بھر کے برابر تجھے بخشش عطا کروں گا۔“

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص:۳۳۶)

حمد باری تعالیٰ

غسل قلم کو دے کر طاہر حمدِ خدا لکھنا
خوشبو کو لفظوں میں ملا کر، رب کی ثناء لکھنا

دل کے حال سے جو ہے واقف، شہ رگ سے نزدیک
سارے یزداں سے سیج کر اس کو خدا لکھنا

جتنا سوہنا رب ہے ہمارا، نام بھی اتنے سوہنے
عزو شرف والے مولا کو، رب علا لکھنا

پاک زباں کو کر کے، اس کے فضل کو دے آواز
دو عالم کو ہر نعمت کو، رب کی عطا لکھنا

لہریں سمندر کی ہیں اس کی مدحت میں مصروف
کلیوں کے کھلنے کی ادا کو، اس کی رضا لکھنا

قمری و بلبل کی آوازیں اور کوئل کی کوک
میٹھی میٹھی ان کی صداؤں کو، حرفِ دعا لکھنا

حمد کہاں تم لکھ پاؤ گے، اتنا ہی کرلو
دل کے آئینے پر طاہر حرف ثنا لکھنا

(طاہر سلطانی)

نعت رسول مقبول ﷺ

ذرے اس خاک کے تابندہ ستارے ہوں گے
جس جگہ آپؐ نے نعلین اتارے ہوں گے

بوئے گل اس لئے پھرتی ہے چھپائے چہرہ
گیسو سرکارِ دو عالمؐ نے سنوارے ہوں گے

اس طرف بارشِ انوار مسلسل ہوگی
جس طرف چشمِ محمدؐ کے اشارے ہوں گے

ہم بھی پہنچیں گے شہِ ارض و سما کے در پر
اوج پر جب بھی کبھی بخت ہمارے ہوں گے

ارض طیبہ تجھے دیکھے کوئی بادیدۂ دل
سُو بہ سُو رحمتِؐ عالم کے نظارے ہوں گے

ایک میں کیا مرے شاہا کہ شہنشاہوں کے
تیرے ٹکڑوں پہ شب و روز گزارے ہوں گے

لوگ تو حسنِ عمل لے کے چلے روزِ حساب
سرورؐا ہم تو فقط تیرے سہارے ہوں گے

اٹھ گئی جب تری جانب وہ کرم بار نظر
اس گھڑی قطبؔ ترے وارے نیارے ہوں گے

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

وقت زیادہ نہیں ہے!

حکومت کا نیا صدر منتخب ہو چکا اس طرح تبدیلی کا دوسرا مرحلہ تکمیل کو پہنچا، اہم ترین دو اداروں کے چیف ابھی بدلنے ہیں اس طرح کچھ ماہ بعد طاقت کی بساط پر نئے مہرے آ جائیں گے۔ اداروں کا متوازن اور ایک دوسرے کے ساتھ معاون ہونا کسی بھی ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اداروں کی مضبوطی سے آئین محفوظ ہوتا ہے اور اس کے تحت ریاستی ادارے بہتر طور پر کام سرانجام دے پاتے ہیں۔ 66 برس قبل کے حالات پر نظر ڈالیں تو مسلمانان ہند کے اندر آزادی کی تڑپ بھی بام عروج پر تھی اور انہیں محمد علی جناحؒ کی صورت میں انتھک اور فولادی عزائم کا قائد بھی میسر تھا۔ اللہ نے اسے حکمت و بصیرت اور جرات کے عظیم اوصاف سے مزین کر رکھا تھا۔ اس کی خوبیاں اتنی زیادہ تھیں کہ ٹیم کی کوتاہیاں بھی پوری طرح چھپ جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے قومی جذبے اور سیاسی شعور کے ساتھ قربانیوں کی عظیم داستان رقم کی اور قائداعظمؒ نے دنیا کے گلوب پر ایک ایسے ملک کا وجود ابھار دیا جسے آج اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جاتا ہے۔

پاکستان ایک نظریہ اور فکر کے تحت معرض وجود میں آیا تھا۔ بدقسمتی کہ آج نہ وہ نظریہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی فکری بلوغت۔ جمہوریت کا نام تو پوری آب و تاب سے موجود ہے مگر اس کی حقیقی روح کو مفادات کے جسم میں اس طرح مقید کر دیا گیا ہے کہ اس کا وجود کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ رہ گئیں اسلامی اقدار تو وہ اتنی مضمحل ہو چکی ہیں کہ الامان الحفیظ۔ ملاّ ویژن سے پہلے ہی محروم تھا، مفادات کی دلدل نے اس کا وجود بھی غائب کر دیا ہے۔ مقتدر قوتوں کے ساتھ مل کر اثاثوں کو بڑھانا مقصد ہو تو اسلامی فکر کا ذرہ بھی دکھائی نہیں دیتا البتہ جبہ، دستار، تن کی درشتگی، فربہی اور داڑھی جو بن پر نظر آتے ہیں۔ فرائض دین کی رسم تو زندہ ہے مگر سب دکھاوا اور ڈھونگ۔ سیاست کے ایوانوں میں مفادات کی منڈیاں لگی ہیں اور عوام کے حقوق کی تجارت کا دھندہ زوروں پر نظر آتا ہے۔ حالیہ الیکشن کے نتائج نے تبدیلی کی امید کی وہ دھجیاں بکھیری ہیں کہ عوام ابھی تک اپنی آنکھیں مل رہے ہیں۔ دھن، دھونس اور دھاندلی کے ستونوں پر کھڑی انتخابی نظام کے اژدھے نے سب کچھ ہڑپ کر لیا ہے اور تبدیلی والے صرف خیبر پختونخواہ تک محدود کر دیئے گئے۔ گو تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے پارلیمنٹ میں اپنی پہلی تقریر اور بعدازاں انٹرویوز میں اس بات کا اقرار کیا کہ ''الیکشن سے قبل ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جو کہتے تھے وہ سو فیصد درست تھا اور انتخابی نتائج نے ان کی ہر بات کو حرف بہ حرف سچ کر دکھایا''۔ ان کے اس عمل کو پاکستانی سیاست میں ایک اچھا رویہ تو کہا جا سکتا ہے مگر تبدیلی کا سازگار ماحول روز روز میسر نہیں آتا اس لئے اس پچھتاوے کی حقیقت چڑیاں چگ گئیں کھیت سے زیادہ نہیں ہے۔

صدارتی الیکشن میں اپوزیشن متحد نہ ہو سکی، تحریک انصاف، پیپلز پارٹی کے فیصلے کی تائید میں صدارتی الیکشن کا بائیکاٹ کر دیتی تو یقیناً الیکشن کمیشن، سپریم کورٹ اور ن لیگ کے لئے پریشانی والا معاملہ بن سکتا تھا۔

تحریک انصاف نے صدارتی الیکشن میں جا کر ''تینوں'' کے لئے آسانی والا معاملہ کر دیا، یوں مفادات کی یکجہتی کا بھانڈا نہ پھوٹ سکا۔ سیاسی جماعتوں اور قومی اداروں کے مابین غیر جانبداری کا رشتہ قائم رہے تو فیصلے ملک اور عوام کے حق میں ہوتے ہیں نتیجتاً ملکی استحکام اور عوامی خوشحالی کا گراف بلند ہوتا رہتا ہے مگر بدقسمتی کہ پاکستان ان اعلیٰ اقدار سے محروم ہوگیا ہے۔ اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کے چھتے سے جانبداریت کا شہد ٹپکتا صاف دکھائی دیتا ہے، رہ گیا الیکشن کمیشن تو اس کا اپنا وجود آئین کے تناظر میں بڑا سوالیہ نشان ہے۔ ن لیگ کی سیاست کے بنیادی اصول استحصالی تجارت کے اصولوں سے کشید کئے گئے ہیں اس لئے اداروں کو غیر جانبداری کا ماحول فراہم کرنے اور ان کا استحکام اس کے بنیادی اجزاء سے ہمیشہ غائب ہی رہے ہیں۔

الیکشن سے قبل پاکستان عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جس استقامت کے ساتھ انتخابی نظام سے ٹکر لی وہ انہیں کا خاصہ ہے آئین اور قانون کی حکمرانی کا بیج بونے کی ان کی کاوش بظاہر ناکام دکھائی دیتی ہے کیونکہ سٹیٹس کو کو یہ گوارہ نہ تھا۔ مگر میڈیا کے ذریعے اس کی بازگشت ملک کے کونے کونے اور بیرونی دنیا میں بڑے واضح انداز سے سنی گئی۔ انتخابی نظام پر ان کے قبل از وقت تجزیئے اور تحریک انصاف کی قیادت سمیت دیگر تجزیہ نگاروں اور اینکر پرسنز کی طرف سے ان کی سیاسی بصیرت کو خراج تحسین مستقبل کی سیاست پر ضرور گہرے اثرات مرتب کرے گا۔ کیونکہ پاکستان کی بہتری کے لئے نظام کی تبدیلی کے علاوہ کوئی آپشن موجود نہیں ہے۔ مسئلہ صرف اس شعور کا عوام میں سرایت کرنے کا ہے۔

ن لیگ کی اب تک کی کارکردگی ان خوش گمانیوں کی نفی کرتی ہے جس میں یہ دعوے کئے جا رہے تھے کہ شریف برادران پہلے سے کافی مختلف ہوگئے ہیں، حالات نے ان پر مثبت اثرات مرتب کئے ہیں مگر ابھی تک معاملات دو بھائیوں کے مابین ہی چل رہے ہیں۔

ن لیگ نے بیوروکریسی کے ذریعے اپنے راج کو دوام دینے کے لئے بلدیاتی الیکشن کو چرانے کی بھی مکمل منصوبہ بندی کر لی ہے پاکستان عوامی تحریک اور تحریک انصاف کے تحفظات اس حوالے سے آنا شروع ہوگئے ہیں۔ تبدیلی کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ضلعی حکومتوں کے ایسے نظام کے تحت الیکشن کرائے جائیں جو اختیارات کے ارتکاز کے مکروہ عمل کو ختم کر کے اختیارات کی نچلی سطح تک تقسیم کو یقینی بنائے الیکشن بلدیاتی ہوں یا قومی یہ طے ہو چکا کہ انتخابی نظام کی تبدیلی کے بغیر ملک میں حقیقی جمہوریت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ نظام انتخاب کی تبدیلی کے یک نکاتی ایجنڈے پر ڈاکٹر طاہرالقادری کا دست و بازو بننا ہی نجات کے راستے کو واضح کرسکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس طرف توجہ نہ دی گئی تو سرمایہ داروں وڈیروں اور لٹیروں کی پیدا کردہ دھند ہمیں منزل سے ہمیشہ دور رکھے گی اور مستقبل کا پاکستان صومالیہ جیسے رینگتے ملکوں کی صف میں آ کھڑا ہوگا اور اسلامی جمہوری پاکستان کی شناخت بیرونی دنیا میں کشکول اور دہشت گردی کے سوا کچھ نہ ہوگی۔ اگر قومی ادارے اور عوام ایسا نہیں چاہتے تو نظام انتخاب کے بُت کو مل کر توڑنا ہوگا۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ وقت زیادہ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا جیو نیوز چینل کے پروگرام

”اٹھو جاگو پاکستان“ کیلئے خصوصی ٹی وی انٹرویو

انٹرویو: ڈاکٹر شائستہ واحدی

ترتیب و تدوین: صاحبزادہ محمد حسنین آزاد // معاونت: ملکہ صبا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے پاکستان کو السلام علیکم! ”اٹھو جاگو پاکستان“ کے ساتھ اس وقت میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہوں۔ اس سے پہلے کہ اندر جاکر میں آپ کی ملاقات ایک خاص Personality سے کرواؤں جن کے لئے ہم سب یہاں پر موجود ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ وہ دینی و مذہبی سکالر ہیں۔ ریفارمر ہیں۔ پروفیسر ہیں اور Ph.D ڈاکٹر بھی ہیں۔ وہ پولیٹیکل لیڈر ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اپنی تحریک کے قائد بھی ہیں لیکن کہتے ہیں انسان کہیں بھی پہنچ جائے وہ کتنی کامیابیاں زندگی میں کیوں نہ پالے اس کے اندر ایک بچہ موجود ہوتا ہے اور اس کو ہمیشہ زندہ رہنا چاہئے۔ ہم آج اس خاص شخصیت سے عام سی باتیں کریں گے۔ وہ عام سی باتیں جو میرے اور آپ کے لئے نہایت دلچسپ ہوں گی۔ ہم جانیں گے وہ کیسے باپ اور کیسے شوہر ہیں؟ کیسے بیٹے تھے اور کیسے عام آدمی ہیں؟ ایسے حوالے جو زندگی میں رشتہ داروں سے ہوتے ہیں اس حوالے سے جاننے کے لئے چلتے ہیں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب کے پاس۔

ناظرین! آج میری اور میری ٹیم کے لئے بڑی خوشی اور بڑے فخر کا مقام ہے کہ میں اس وقت آپ کے سامنے اس شخصیت کے سامنے موجود ہوں جن کو دنیا بھر میں شیخ الاسلام کہا جاتا ہے جو پاکستان عوامی تحریک کے قائد ہیں اور تحریک منہاج القرآن کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ یہ میرے لئے اور میری ٹیم کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ پہلی دفعہ ہمارے Morning Show میں آرہے ہیں۔

شائستہ: السلام علیکم

شیخ الاسلام: وعلیکم السلام

شائستہ: آپ خیریت سے ہیں۔

شیخ الاسلام: اللہ کا شکر ہے۔

شائستہ: آپ بالکل فری ہیں۔آپ سے جو چاہیں پوچھیں۔ پوری زندگی کے کسی بھی شعبے، حصے اور گوشے کے بارے میں۔

شیخ الاسلام:مکمل آزادی ہے۔ بلا جھجک پوچھیئے۔

شائستہ: ہر شخص کے اندر بچہ ہوتا ہے اور آخری دم تک اسے زندہ رہنا چاہیئے لیکن آپ سے اس وقت کے بارے میں پوچھ رہی ہوں جب وہ واقعی بچہ تھا اس وقت وہ کتنی شرارتیں کیا کرتا تھا۔ پاپا ماما کو کتنا تنگ کیا؟ کتنی پٹائیاں کھائیں اور ڈانٹیں سنیں؟

شیخ الاسلام: دیکھیئے میں زندگی کا وہ حصہ جو یاد رکھتا ہوں وہ میری پرائمری کلاس تک کے زمانے کا ہے۔ یہ وہ حصہ تھا جب جھنگ کے کیتھولک سکول میں داخل تھا جہاں بچپن کا بیشتر وقت گزر جاتا تھا۔ والد گرامی نے تانگہ لگوایا تھا اس تانگے والے کا نام ایوب خان تھا اور وہ پیریڈ بھی جنرل ایوب خان کا تھا۔ ہم Enjoy کرتے تھے۔ After noon میں واپسی ہوتی تھی تو پھر میں Football کھیلتا تھا اور دیر سے واپس گھر آتا تھا۔ گھر میں جو ٹائم گزرتا اس کے مختلف معمولات تھے۔ اس میں صاف ظاہر ہے ایک حصہ وہ بھی ہے جس کا آپ نے ذکر کیا۔ ان معمولات میں اسی بچپن کے زمانے میں نماز، روزے کی پابندی بھی تھی اور ذکر، اذکار، تلاوت اور چھوٹی عمر میں نماز تہجد کی پابندی تھی۔ At the same time بہن بھائی اور محلّہ کے بچوں کے ساتھ کھیل کود اور شرارتیں بھی تھیں بہن بھائیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی ہوا کرتی تھی اور کبھی بہت چھوٹی عمر میں پٹائی بھی ہوا کرتی تھی۔

شائستہ: یہ شرارتیں گھر سے باہر بھی کبھی نکلی تھیں کہ محلے کے کسی چاچا کو تنگ کر دیا ہو؟

شیخ الاسلام: نہیں ایسا کبھی نہیں کیا کہ کسی چاچا بابا یا کسی بزرگ کو تنگ کیا ہو کیونکہ جو آداب اور تربیت کے پہلو سکھائے گئے تھے اس کی وجہ سے ایسا کام کبھی نہیں کیا تھا۔لیکن بہن بھائیوں اور ہم عمر دوستوں کے ساتھ طرح طرح کے گیم میں شرارتیں بھی ہوتیں اور چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی۔ ان شرارتوں میں سے ایک تاریخی شرارت ہے جو کہ یاد ہے۔ 65 کی جنگ ہوئی تھی اور اس وقت 65 کے آخر یا درمیان میں میری عمر 14 یا 15 سال تھی۔ ہم دوستوں نے آپس میں مل کر پاکستان اور انڈیا کے فوجی بنائے۔ ہم پاک فوج کہلائے اور دوسرے محلے کے نوجوانوں کو بھارت کا نام دے دیا۔ ایک ایک ہیڈ تھا، سوکھے ہوئے گنے لئے جو کہ بطور گن استعمال کئے گئے، دونوں فوجوں میں کم و بیش 120 افراد تھے اور 1، 2، 3 کر کے دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہوگئیں اور ایک

دوسرے کو مارتے رہے۔ پتہ نہیں کتنی مجھے پڑیں اور کتنا میں نے کسی کو مارا تھا۔ اس طرح کی شرارتیں ہوتی تھیں۔ ان میں Positivity بھی ہوتی تھی اور Objectivity بھی تھی۔ شرارتیں بھی کرتے تھے۔ کھیل کود بھی ہوتا تھا۔ گلی ڈنڈا بھی کھیلتے تھے۔ ورزش بھی کرتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے نوجوان لڑکوں کی ایک ٹیم بنائی جو 25 افراد پر مشتمل تھی۔ تہجد کی نماز اس ٹیم کا ممبر ہونے کے لئے شرط تھی۔ میں ان کے گھروں میں جا کر ان 25 لڑکوں کو جگاتا تھا پھر تیار ہوکر ایک ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جھنگ صدر سٹی سے باہر چلے جاتے تھے۔ ورزش کرتے تھے۔ تیل کی مالش کرتے اور پھر نہا کر کپڑے پہنتے تھے۔ جب جھنگ شہر سے پہلی اذان فجر ہوتی تو پھر میں اسی کنویں پر جماعت کراتا تھا۔ پھر واپس آتے تھے۔ ہمارا بچپن ایسا تھا کہ اس میں شرارت کا عنصر بھی تھا، کھیل کود کا بھی عنصر تھا، بچوں کو تہجد اور حلقہ ذکر پر جمعرات کو لگانے کا عنصر بھی تھا۔ اسی طرح ہمارے محلے میں جو لڑکے گلے کے بٹن کھول کر رکھتے تھے اور قمیض کو پیچھے کھینچتے یہ بدمعاشی کا ایک سٹائل تھا اور وہ بچیوں سے گزرتے ہوئے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے ایک Moral Defence ٹیم بنائی کہ ہمارے محلے کی گلیوں سے کوئی لڑکا اس بیہودگی سے نہیں گزر سکتا اور کسی بچی کو چھیڑ نہیں سکتا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے محلے میں جو بھی آتا تو گلے کے بٹن بند کر کے ادب کے دائرے میں آتا۔

شائستہ: لوگوں کو آپ نے بچپن سے اچھی چیز کی طرف لگایا جیسے تہجد کی طرف اور کیا معمولات تھے؟

شیخ الاسلام: تہجد کے علاوہ چار چار گھنٹے بیٹھ کر ذکر اذکار کرنا، نوافل کی طرف لگانا، کبھی Weekend پر ان ساروں کو جمع کر کے تین میل کے فاصلے پر دریائے چناب چلے جانا اور وہاں کبڈی بھی کھیلنا اور فارغ ہوکر دریا کے کنارے نماز اور اللہ کا ذکر کروانا وغیرہ جیسے معمولات تھے۔

شائستہ: بڑے ہوکر چیزیں بہت مختلف ہوجاتی ہیں لیکن جب ہم صوفیاء کے بچپن کی بات کرتے ہیں تو ان کا بچپن بھی ہے وہ بھی اسی طرح ہی ہے اور ایک عام بچہ بھی ہے جو کھیل کود رہا ہے لیکن وہ کس طرح Connect کرتے تھے۔ کیا آپ کو مشکل ہوئی تھی اور آپ کے Parents کو کب معلوم ہوا کہ یہ بچہ باقی تمام بچوں سے مختلف ہے یا اپنے آپ کو عام دنیا سے الگ کرنے کی جو کوشش تھی وہ کیسے کی تھی؟

شیخ الاسلام: اس لائف کے مرحلے میں بھی کبھی کوئی Problem نہیں آئی۔ آپ اس کا اندازہ یوں کریں کہ میرے والد گرامی بھی By Professional میڈیکل ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے کنگ جورج میڈیکل کالج لکھنو سے فزیشن اینڈ سرجن کا کورس کیا تھا جو Less than MBBS ہوتا تھا۔ وہ شاعر بھی تھے، بہت بڑے ادیب بھی تھے، سکالر تھے، اپنے وقت کے بڑے مفسر، محدث، فقہی تھے، صوفی اور ولی اللہ تھے یعنی صاحب

برکات و صاحب کرامات اہل اللہ میں سے تھے۔ یہ ان کی لائف کا خاصہ تھا۔ دو چیزوں کا Combination تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب روتے روتے رات کو مصلّٰی پر ان کی ہچکی بندھ جاتی تھی تو اس سے میری آنکھ کھلتی تھی اور میں کبھی امی جی کو پوچھتا تھا ابو جی کیوں رو رہے ہیں؟ وہ مجھے سلا دیتیں اور کہتیں بیٹا وہ اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ پھر انکو بطور Medical Doctor بھی دیکھا۔

شائستہ: وہ دونوں چیزیں آپ کو اکٹھی مل گئی تھیں؟

شیخ الاسلام: جی ہاں میں یہی بتانا چاہ رہا تھا میری والدہ کی طبیعت ایسی تھی کہ وہ بالکل سادہ عام سوسائٹی کی خاتون تھیں نہ وہ سکالر تھیں، نہ وہ عالمہ تھیں، نہ وہ فاضلہ تھیں، نہ وہ گریجویٹ تھی۔ غالباً تعلیم پرائمری تھی مگر اخلاق کی پیکر تھیں انکی طبیعت میں غصہ کبھی نہیں دیکھا تھا، کسی سے حسد نہیں تھا، ہر ایک پر شفقت و محبت کرنا تھا اس انداز سے انہوں نے میری بھی تربیت کی۔ لہذا یہ جو لائف مجھے ملی اس میں روحانی تربیت بھی ہے۔ پھر دینی اور علمی گھرانہ ہے اور مجھے داخل کیا گیا مشنری کیتھولک سکول میں۔ اس وقت کے کئی علماء نے آ کر گھر اعتراض بھی کیا کہ کافروں کے سکول میں بھیج دیا مگر وسعت قلبی کے پیش نظر وہ کہتے تھے کہ ٹھیک کیا ہے۔

شائستہ: آج کا کوئی والد ہوتا وہ کہتا کہ ایسے سکول بھیجا جائے جو مذہبی ہو کیونکہ اس سکول میں تو دوسرے مذہب کے Followers ہیں؟

شیخ الاسلام: میرے والد محترم کو Problem اس لئے نہ تھا کہ وہ اسلامی ایجوکیشن، عربی لینگویج وغیرہ گھر میں پڑھا رہے تھے۔ میں سکول سے گھر آتا تھا تو 7th کلاس سے M.A تک وہ گھر میں 6 گھنٹے روزانہ مجھے خود پڑھاتے تھے۔ نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، علم البیان، علم بدیع، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اصول تفسیر وغیرہ گھر آ کر پڑھتا تھا۔ سکول ڈریس جو ماڈرن ڈریس تھا اس کو Hang کر دیتا اور شلوار قمیض اور کپڑے کی ٹوپی پہن لیتا تھا۔

شائستہ: ٹوپی آپ اس وقت سے پہنتے ہیں؟

شیخ الاسلام: سکول میں ننگے سر ہوتے تھے اور پنجاب یونیورسٹی میں جب پڑھتا تھا اس وقت بھی میرا ڈریس کوٹ، پینٹ اور ٹائی ہوا کرتا تھا۔ 1984ء تک۔ جس کے بعد 1990ء تک میں نے شلوار قمیض اور واسکٹ پہنی۔ یہ زندگی کا ایسا ملاپ بن گیا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ ملاپ میں کسی قسم کی پرابلم نہیں ہوتی تھی۔ صرف وہ بچے جو گالی گلوچ کرتے یا پھر اخلاقی اعتبار سے اچھے نہیں تھے ان سے دوستی نہیں کی۔ باقاعدہ سوچ سمجھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ طبیعت کے جو رجحان ہوتے ہیں وہ ایسی ہی Friendship بنالیتے ہیں اور دوسری طبیعت والے

آپ سے خود ہی Friendship نہیں کرتے۔ یہ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ خراب عادات والے بچے مجھے دیکھ لیتے تو اپنی گفتگو کو تبدیل کر لیتے تھے اور یہ عمل پنجاب یونیورسٹی اور پھر لاء کرنے کے زمانے تک جاری رہا۔

شائستہ: ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ کبھی تو ایسا ہوا ہوگا کہ بابا سے ڈانٹ پڑی ہو۔ نوجوانی میں کوئی ایسی شرارت ہوئی ہو وہ بتائیں؟

شیخ الاسلام: اس سوال سے متعلقہ زبردست بات یاد آ گئی ہے۔ سکول لائف کے زمانہ میں ایک مرتبہ عید کے دن میرے دو، تین دوست ساتھ تھے ہم نے فیصل آباد نہیں دیکھا تھا۔ ظاہر ہے عید کے دن ہمارے پاس پیسے بھی تھے لہذا پروگرام بنا کر ہم فیصل آباد کا گھنٹہ گھر دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ عید کے دن والدین اکثر پوچھا نہیں کرتے تھے کیونکہ بچے تمام دن کبڈی، والی بال وغیرہ کے مقابلے دیکھتے رہتے تھے۔ لہذا ہم بھی گھر بتائے بغیر چلے گئے۔ فیصل آباد کا گھنٹہ گھر دیکھا اس کے اردگرد 8 بازار ہیں وہاں دہی بھلے، گول گپے کھائے، پلاؤ زردہ چاول کھائے شام تک وہاں گھوم پھر کر جب گھر واپس آئے تو ہوا یہ کہ سب کے والدین پریشان ہوئے کہ کسی کی خبر نہیں مل رہی اور سب قریبی دوست ہیں اور سب غائب ہیں۔ میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا تھا، تربیت ہی ایسی تھی۔ ساتھیوں کے والدین نے پوچھا تو انہوں نے خدا جانے کیا کہہ دیا لیکن جب میں آیا اور مجھ سے والد محترم نے پوچھا کہ سارا دن کہاں رہے؟ میں نے کہا کہ ہم فیصل آباد گئے تھے۔ اب ان کے Parents ہماری طرف آ گئے اور انہوں نے پوچھا کہ طاہر نے کیا بتایا ہے؟ ابا جی قبلہ نے بتا دیا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم فیصل آباد گئے تھے۔ اس پر ان کی پٹائی ڈبل ہوئی کہ انہوں نے جھوٹ بھی بولا تھا اور میری پٹائی صرف اس لئے ہوئی کہ اتنی دیر میں کیوں آئے؟

شائستہ: شادی کیا مرضی سے کی اور اگر مرضی سے کی تو والدین کی کتنی مرضی شامل تھی اور والدین کا ردعمل کیا تھا؟

شیخ الاسلام: میری شادی میں والدین کی اور میری مرضی برابر کی شامل تھی۔ مجھے یاد ہے ہم بہت چھوٹے تھے جب والدہ ماجدہ نے چھوٹی سی سونے کی انگوٹھی میری اہلیہ کی انگلی میں پہنا دی تھی چونکہ وہ میری چچا زاد تھی۔ یہ بات 7، 8 سال کی عمر میں سنی تھی تو گویا ایک اندازہ تھا کہ منگنی ہوئی ہے یا شادی ہوگی جس کی وجہ سے پوری زندگی سلام و دعا نہیں کی۔ ایک فیملی میں رہتے ہوئے بلکہ شادی کے بعد پہلی مرتبہ السلام علیکم و علیکم السلام ہوا۔ میں M.A کے Final Year میں تھا جب 72-1971 میں بھٹو کے زمانے میں بنگلہ دیش نامنظور تحریک چلی تھی ہم بھی اس تحریک میں شامل تھے۔ میرے ساتھ Shoulder by Shoulder جو شخص تھا اس کو گولی لگی اور وہ شہید ہو گیا۔ اس وقت یونیورسٹی بند ہوگئی اور احتجاج ہوتے رہے لہذا Session تاخیر کا شکار

ہوگیا۔ 73ء میں Exam ہوئے۔ میں ہاسٹل میں رہتا تھا۔ والد گرامی نے اس وقت مجھے بلایا تھا اور مجھ سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں اور آپ کی والدہ کی خواہش تھی کہ وہاں شادی ہو۔ اس میں ہر خوبی موجود ہے۔ اب میں باقاعدہ منگنی کرنا چاہتا ہوں تاکہ شادی اپنی زندگی میں ہی کردوں۔ میں نے یہ کہا کہ مجھے لبیک ہے لیکن صرف 7دن دے دیں میں سنت نبویؐ کے مطابق استخارہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زندگی کا اہم ترین فیصلہ ہے۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ اب ایک دلچسپ بات ہے کہ جب میں اجازت لے کر لاہور آگیا میں نے استخارہ شروع کردیا۔ اب مجھ سے جو چھوٹی بہن ہے وہ اگلے دن شام کو قبلہ والد محترم سے کہنے لگی کہ آپ نے استخارہ کی اجازت تو طاہر کو دے دی ہے مگر ایسا نہ ہو کہ وہ No میں جواب دے دے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایسا امکان تو نہیں ہے لیکن روحانی طور پر خواب میں No کا امر آیا تو وہ کہہ دیں گے لیکن اس کے علاوہ کوئی خطرہ اور کھٹکا نہ آپ کو ہے اور نہ ہمیں ہوسکتا ہے۔

شائستہ: گھر والوں کو معلوم تھا کہ زندگی میں کوئی اور نہیں ہے؟

شیخ الاسلام: جی ہاں میری زندگی میں نہ کوئی اور ہے اور نہ ہی زندگی میں Zig Zag ہے۔ آج تک بچپن سے ایک ہی سمت ارتقاء رہا ہے۔ میں نے Session بتادیا ہے 1971-72-73 پنجاب یونیورسٹی اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ پھر 73 سے 74، 75 پنجاب لاء کالج کا زمانہ ہے لہذا میرے پرانے کلاس فیلوز میں سے کبھی کوئی مل جائیں تو ان سے پوچھئے ایم اے کی کلاس میں 25لڑکے اور 125 لڑکیاں تھیں اور پورے ڈیپارٹمنٹ میں 50 لڑکے تھے۔ تقریباً 3 سال میں وہاں رہا مگر کسی بچی کو پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ میں آنکھیں نیچی کرکے گزرتا تھا۔ یونین کا President تھا جس میں لڑکے لڑکیاں ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ 1983-84 کے زمانے میں جب ہم سمن آباد رہتے تھے تو میری ایک کلاس فیلو بیگم صاحبہ کے پاس آئی۔ اس نے کہا کہ میں طاہرالقادری کی کلاس فیلو ہوں مگر وہ مجھے پہچانیں گے نہیں۔ اگر آپ یہ بتائیں کہ میں Women Coordinator تھی تو وہ نام سے فوراً پہچان لیں گے۔ ایسا ہی ہوا نام بتادیا تو مجھے یاد آگیا۔

شائستہ: استخارے میں کیا دیکھا اور استخارہ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کیا سات دن کیا جائے یا یہ Depend کرتا ہے آپ کو علم ہونے کے بارے میں۔

شیخ الاسلام: یہ ضروری نہیں سات دن کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک دعا بتائی ہے۔ وضو کر کے دو نوافل پڑھتے ہیں جن میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں اور پھر وہ دعا کرتے ہیں۔ اس دعا میں پھر اللہ سے طلب کرتے ہیں کہ اس معاملے میں میری رہنمائی فرما۔ استخارہ Positive آگیا۔

شائستہ: استخارے میں آپ کو کیا نظر آیا؟

شیخ الاسلام: استخارہ میں یہ ہوتا ہے کہ اگر Negative جواب ہو تو مثلاً آپ کو سیاہ رنگ کی چیز نظر آئے گی۔ آگ نظر آئے گی، کوئی بھیانک خواب آئے گا اور اگر Positive جواب ہو تو پھول نظر آئے گا، باغ نظر آئے گا۔ اچھا صاف شفاف پانی نظر آئے گا یا کوئی بزرگ مل کر بتادیں گے یا کوئی منع کردے گا۔ استخارہ کی کئی صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ Positive جواب کے بعد Next Week گھر جا کر اطلاع کردی۔ وہ خوش ہوئے۔ پھر منگنی ہوگئی۔

شائستہ: منگنی سے شادی کے درمیان کبھی بات چیت ہوئی؟

شیخ الاسلام: نہیں ایسا نہیں ہوا۔ ہماری فیملی Traditional فیملی تھی اور Religious Values کا غلبہ تھا مگر تنگ نظر نہ تھی۔ پہلے وقت کی قدریں شرم و حیاء کا بڑا غلبہ تھا۔

شائستہ: آپ کی شادی پر والدہ نہ تھیں لیکن لڑکوں کی خواہش ہوتی ہے کہ بیوی کے لئے یہ بنے ایسا ہو ایسا کوئی عنصر تھا؟

شیخ الاسلام: نہیں سب کچھ میرے والد صاحب نے اپنے ہاتھ سے بنادیا تھا لہٰذا میں نے یہ کبھی بھی نہیں پوچھا تھا۔ مجھ سے پہلے دو بہنوں کی شادی بھی انہوں نے کی تھی۔ لہٰذا وہ Experienced تھے۔ روزمرہ معمولات میں بھی ان کا عمل دخل رہتا تھا۔ شادی کی تاریخ سے 4 دن قبل قبلہ والد گرامی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ وصال فرما گئے۔ جس کی وجہ سے شادی 8 ماہ تاخیر کا شکار ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اپنی شادی خود کی اور سارے بہن بھائیوں کی شادی بھی میں نے کی۔

شائستہ: آپ گھر کے ماں اور باپ دونوں بن گئے؟

شیخ الاسلام: میں گھر کی ماں بھی بن گیا اور باپ بھی۔ بھائی کی بری اور بہنوں کے جہیز بھی میں نے خود بنائے تھے۔ ان کو پڑھایا بھی اور سیٹل بھی کیا۔ کچھ چیزیں جو رہ گئی تھیں شادی کے سامان کی وہ بھی میں نے خود خریدا۔

شائستہ: آپ کی بہو آپ کی شاپنگ کی تعریف کررہی تھیں کیا ایسا ہے؟

شیخ الاسلام: جی ہاں میرا شاپنگ کا Taste اتنا اچھا ہے کہ کوئی ماڈرن سے ماڈرن لباس خریدنا ہو بیٹوں کا یا بیٹیوں کا حتی کہ ابایا ہو، زیورات ہوں، جو بھی سامان Required ہو میں خود خریدتا ہوں۔ میں نے سارا سامان اپنے ہاتھوں سے بیٹیوں کے لئے خریدا ہے۔ ہمارے ہاں بیٹیاں شاپنگ کے لئے نہیں جاتیں۔ میری مسز بھی نہیں جاتیں۔ میری والدہ بھی نہیں جاتی تھیں۔ یہ ہماری روایت ہے۔ والد صاحب سارے دکانداروں کو

Order کر دیتے وہ سامان لے کر گھر آجاتے تھے۔ زیورات کو میں نے اب بھی بیٹیوں اور بہوؤں کے لئے مدینہ طیبہ سے خریدا ہے۔ ہماری فیملی ابائے میں رہتی ہے لہذا ان کے لئے طرح طرح کے نہایت خوبصورت اباۓ خریدتا ہوں۔

شائستہ: جی ہاں وہ بتا رہی تھیں کہ ہر کلر کے اباۓ ہمارے پاس ہیں۔

شیخ الاسلام: جی ہاں ہر طرح کے فنکشن کے لئے باہر جانے کے لئے اور گھر کے لئے اباۓ لاتا ہوں۔ وہ نارمل اباۓ پہنتی ہیں لہذا شاپنگ کے دوران کوئی کمی نہیں چھوڑتا کہ وہ خواہش کریں۔

شائستہ: یہ بہت اچھی بات ہے۔ ان کا مطلب ہے شوہر کو تھوڑی سے ٹریننگ دیں پھر وہ ماہر ہو جائیں گے تو آپ کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوں گے۔

شیخ الاسلام: لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں میری زوجہ نے مجھے کوئی ٹریننگ نہیں دی بلکہ ان کو بھی میں نے ٹریننگ دی ہے۔ جب وہ یہ Programme سنیں گی اس کو Confirm کریں گی۔ جب ہماری شادی ہوئی تو وہ بھی سٹوڈنٹ لائف سے تھیں اور میں بھی۔ اس طرح ہم دونوں Practiced لائف میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ہم جب آئے تو گھر کی Budgeting بھی میں ان کو سکھاتا تھا، شاپنگ پر ساتھ لے کر جاتا تھا، مال روڈ پر، اچھرہ میں جہاں جہاں متعلقہ چیزیں دستیاب ہوتیں اور Rates بھی خود طے کرتا تھا۔

شائستہ: مجھے ایسا لگتا ہے کہ بچیوں کو کھلے دل سے شاپنگ کرنے دیتے ہیں؟

شیخ الاسلام: اللہ کا شکر ہے آزادی ہے سوائے اسراف اورعیاشی کے زمرے میں موجود چیز کے۔ اس حوالے سے میری سخاوت کا عالم یہ ہے کہ سمندر میں شاید کمی ہو مگر میری طبیعت اس سے بھی وسیع ہے۔ وہ بہت خوش ہیں آپ کبھی بچوں سے ملیں میں ان کے لئے ہر قسم کے Chocolate اور دیگر دنیا کی چیزیں لاتا تھا۔

شائستہ: آپ Chocolate کھاتے ہیں؟

شیخ الاسلام: نہیں میں خود نہیں کھاتا ہاں اگر کبھی کسی بچے کے شوق کی خاطر لے لیا ہو تو الگ بات ہے لیکن ایسا شوق نہیں ہے۔ لیکن بچوں کے لئے ہر Quality کے Chocolate اور ان کے ناموں کا پتہ ہے۔ ان کے لئے Electronic Toys لاتا ہوں حتی کہ Grand Children کے لئے بھی ہر چیز لے کر آتا ہوں۔ 3 سے 6 ماہ تک کا لباس 6 سے 9 ماہ اور 9 سے 12 ماہ تک کا لباس میں خود لے کر آتا ہوں۔

شائستہ: آپ ان پر خرچ کر کے اچھا محسوس کرتے ہیں؟

شیخ الاسلام: سب سے بڑی عبادت تصور کرتا ہوں اور آپ کے پروگرام کے ذریعے لوگوں کو تلقین کرتا

ہوں کہ سب سے بڑا صدقہ و خیرات اور عبادت یہ ہے کہ باہر کسی بھی غریب، مستحق اور یتیم کو دینے سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو دیں اور ان کو کھلائیں اور پلائیں۔

شائستہ: آپ ڈاکٹر صاحب کی یہ بات غور سے سن لیں کیونکہ ہمارا یہ پروگرام زیادہ تر فیملی، خواتین میں دیکھا جاتا ہے ڈاکٹر صاحب کی تلقین کی ہے دوسروں کو چھوڑ کر پہلے گھر والوں پر خرچ کریں؟

شیخ الاسلام: میری پوری لائف میں میں نے گھر کا خرچہ ہاتھ میں نہیں رکھا۔ ہر یکم کو بیگم صاحبہ کو مل جاتا ہے۔ یہی طریقہ بہوؤں کی لائف کا ہے اور پورا مہینہ ہم صرف گھر سے کھاتے ہیں۔ ہم نے کبھی حساب نہیں پوچھا میں اس کو کنجوسی و کم ظرفی سمجھتا ہوں۔ ساری رقم بھی خرچ ہوجائے تو جتنی ضرورت ہو اور لے لیتے ہیں۔ اگر بڑھ جائے تو پوچھتا بھی نہیں ہوں۔ Pocket Money اس کے علاوہ ہے۔

حدیث مبارکہ ہے کہ بیوی بچوں کے منہ میں ایک لقمہ بھی ڈالتے ہیں تو وہ عبادت ہے لہذا سب سے پہلا فرض بیوی بچوں کو خوشحال رکھنا اور ان کی پریشانیوں کا ازالہ کرنا ہے۔ میری طبیعت اس طرح کی ہے کہ ان کی طلب ان کی زبان پر آنے سے پہلے پوری کردیتا ہوں۔

شائستہ: ہم کوشش کریں گے پروگرام میں دونوں بیٹوں ڈاکٹر حسن و ڈاکٹر حسین سے ملاقات کراسکیں اور آپ کی ایک بہو پاکستان میں ہیں۔ ان سے ملاقات کریں گے۔ لیکن اس سے پہلے ایک سوال کروں گی کہ آپ گھر کی ماں اور باپ دونوں بن گئے تھے۔ سب ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے ان سب میں سب سے زیادہ مس آپ نے والدہ کو کیا یا والد کو؟ جہاں آنکھوں سے آنسو نکل آئے ہوں؟

شیخ الاسلام: والدین کو جہاں مس کیا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ جھنگ میں 6 ستمبر یوم دفاع کی بہت بڑی تقریب تھی۔ غلام مصطفیٰ کھر کا زمانہ تھا۔ اس میں مولانا عبدالستار خان نیازی کو بلایا گیا تھا جو ایک Religious Leader تھے۔ میجر عزیز بھٹی شہید جو 1965ء کے نامور شہید تھے ان کی بیگم آئی۔ جھنگ کی طرف سے میری Speech رکھی گئی۔ میری Speech کے بعد سامعین اٹھنا شروع ہوگئے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے انتظامیہ نے 5 منٹ میں بقیہ پروگرام مکمل کیا کیونکہ سامعین بہت کم رہ گئے تھے۔ لوگوں نے میرے خطاب کو خوب سراہا اور سب نے بڑا Enjoy کیا۔ جب ہم باہر نکلے تو والد گرامی میرے ساتھ تھے وہ چونکہ میرے شیخ، استاد اور مربی تھے۔ انہوں نے یک لخت اپنے ہاتھ اٹھادیئے اور کہا کہ باری تعالیٰ اب مجھے اٹھالے اور مجھے اپنی بارگاہ سے دور نہ رکھ۔ مجھے اب اور کوئی دلچسپی نہیں رہی کیونکہ جو ڈیوٹی میری لگائی تھی وہ پوری ہوگئی ہے اور آج میں نے اپنے بیٹے کو سن لیا ہے اور اس نے میری تعلیم و تربیت کا حق ادا کردیا ہے لہذا اب تو اس کا نگہبان بن جا

اور مجھے اپنے پاس بلالے۔ یہ واقعہ 6 ستمبر 1974ء کا ہے۔ میں روپڑا اور عرض کیا کہ آپ ایسا نہ کہیں۔ پھر دو ماہ بعد 4 نومبر 1974ء کو تین مرتبہ انہیں Heart Attack ہوا جس کی وجہ سے وہ وصال فرما گئے۔ اب میرا ابھی تعلیمی دور ختم ہوا تھا اور والد کے وصال کے وقت میرا F.Sc کا رزلٹ آیا تھا۔ میری عملی زندگی انہوں نے دیکھی ہی نہیں جو آپ نے سوال کیا اس میں سب کچھ ہے۔ پھر میں پریکٹیکل لائف میں آیا۔ 78ء میں میرا فہم القرآن شروع ہوا۔ فہم القرآن ہر جمعہ کو PTV کے ذریعے پوری دنیا میں نشر کیا جاتا تھا، لہذا مجھے Education Specialist کے طور پر Consultant اور Adivser لیا گیا پھر اسلامی نصاب کو Develop کرنے کے لئے ساتھ ہی مجھے National Assignment مل گئی۔ فیڈرل شریعت کورٹ بنی اس کا لیگل ایڈوائزر بنایا گیا۔ پھر شریعت بنچ بنا تو اس کا بھی لیگل ایڈوائزر بنایا گیا۔ ایران اور ناروے لیکچر کے لئے بھیجا گیا جس سے بین الاقوامی شہرت ملی تو اس زمانہ میں کئی بار آنکھوں میں آنسو آئے کہ آج میرے والدین زندہ ہوتے تو یہ بھی نظارہ کرتے اور یہ سب کچھ دیکھ کر میری والدہ محترمہ اور والد گرامی قدر کو جو خوشی ہوتی وہ روئے زمین پر کوئی اور شخص ایسا نہیں جس کو ان سے زیادہ ہوتی۔

لوگ میرے والد کو کہتے آپ طاہر کو غیر معمولی شفقت و پیار کیوں دیتے ہیں؟ وہ کہتے میرے پاس اس کا جواب نہیں آپ ذرا انتظار کریں جب یہ پوری دنیا میں چمکے گا اور اللہ رب العزت اس کے ذریعے شرق تا غرب نور پھیلائے گا تو پھر آپ اس رویے کو یاد کریں گے۔

شائستہ: آپ کے والد آج کے Parents کے لئے ایک بہترین مثال اور رول ماڈل ہیں۔ ہماری زندگیاں اتنی مصروف ہوگئی ہیں کہ ہم نے اولاد کے بھی ٹائم Divide کردیئے ہیں لہذا ہمیں اچھے والدین بننے کا حق ادا کرنا چاہئے۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ پینٹ کوٹ پہنا کرتے تھے اور ہم نے سنا ہے آپ ٹائی بہت اچھی باندھتے ہیں اور کئی طریقوں سے باندھ لیتے ہیں۔

شیخ الاسلام: آپ نے صحیح سنا ہے چونکہ میرا ڈریس شروع میں یہی رہا ہے۔ پھر 1974ء میں جب جنرل ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ آج سے قومی لباس شلوار قمیض ہے اور میں Request کرتا ہوں کہ آپ سب شلوار قمیض پہنا کریں تو میں نے سوچا ہماری سطح کے لوگ Follow نہیں کریں گے تو باقی لوگ کیسے کریں گے لہذا میں نے اس وقت سے اپنا ڈریس تبدیل کرلیا۔

شائستہ: آپ کی جتنی تصویریں پوتے پوتیوں کے ساتھ ہیں وہ شلوار قمیض کے ساتھ ہیں مگر ٹوپیاں مختلف ہیں۔ جب سے آپ نے عربی ڈریس پہنا ہے تو خاص قسم کا عمامہ بھی ہے اور پتہ چلا ہے کہ آپ کے پاس

اس کی بھی بہت Collection ہے؟

شیخ الاسلام: ٹوپیاں جو مختلف قسم کی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے میں نے تین قسم کی ٹوپیاں استعمال کی ہیں پہلے 80ء کے زمانے تک پھر 90 تک کے زمانے میں۔ سب سے پہلے جناح کیپ پہنی پھر سندھی ٹوپی پہنی چونکہ دس بارہ سال تک میرے درس قرآن پاکستان کے چاروں صوبوں اور کشمیر میں ہوتے تھے۔ جن میں تحریک منہاج القرآن Build up ہورہی تھی لہذا ایک اپنائیت پیدا کرنے کے لئے میں نے 12 سال سندھی ٹوپی پہنی۔ کچھ عرصہ چترالی ٹوپی بھی سردیوں میں پہنتا تھا۔ گھر میں عام حالات میں مدینہ طیبہ سے جو جالی کی ٹوپی ملتی ہے اس کو پہنتا تھا اور باہر جناح کیپ، سندھی یا چترالی ٹوپی پہنتا تھا۔2000ء سے پہلے تک شلوار قمیض کے ساتھ یہی رہا۔ پھر 2000ء کے بعد عربی ڈریس لیا۔ یہ میرے شیخ طریقت قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کا ڈریس تھا۔ یہ عطا ہوا تو پھر 13 سال سے Official ڈریس کے طور پر یہ پہنتا ہوں اور گھر میں باقی اوقات میں گھر کی ٹوپی پہنتا ہوں۔

شائستہ: یہ ڈریس آپ خود بنواتے ہیں اور کیا رنگ بھی خود پسند کرتے ہیں؟

شیخ الاسلام: خریدتا خود ہوں۔ میں Mostly دو رنگوں کو اہمیت دیتا ہوں۔ ایک رنگ جو آپ کے سامنے Off White ہے یہ میرا پسندیدہ کلر ہے۔ اس کو موتیا کا رنگ بھی کہتے ہیں اور کریم کلر بھی کہتے ہیں۔ دوسرا Blue یا نیوی Blue ہوتا ہے جس پر لائننگ ہوتی ہے۔ میں خود Choose کرتا ہوں اور مدینہ طیبہ سے خریدتا ہوں۔ وہیں میرا درزی بھی ہے۔

شائستہ: کیا کئی رنگ کے عمامے بھی ہیں آپ کے پاس؟

شیخ الاسلام: نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی رنگ کا نہیں ہے بس یہی پہنتا ہوں۔ یہ عمامہ دنیا کے کسی ملک میں Available نہیں ہے سوائے ترکی کے اور ترکی کے بھی دو شہروں استنبول اور کونیا میں موجود ہے جو مولانا رومؒ کا شہر ہے۔

شائستہ: اچھا باقی کسی اور شہر میں نہیں ملتا؟

شیخ الاسلام: نہیں باقی کسی شہر میں Available نہیں ہے اگر اس کے بلک کھل جائیں تو دوبارہ نہیں بن سکتا۔ یہ میلا ہوجائے تو دھل نہیں سکتا۔

شائستہ: پاکستان میں کوئی ایسا سیاستدان ہے جو ڈریسنگ اچھی کرتا ہو یا آپ کو کچھ مختلف لگتا ہو کہ یہ قاعدے کے صاحب ہیں؟

شیخ الاسلام: سارے ہی قاعدے کے لوگ ہیں۔

شائستہ: یہ تو ڈپلومیٹک جواب ہے؟

شیخ الاسلام: بس اتنا کافی ہے کیونکہ مختلف لوگ مختلف ڈریس پہنتے ہیں۔ سب کے اچھے ڈریس ہیں۔ انسان کو اصولی طور پر Well Dress، Well Manners اور Cultured ہونا چاہئے۔

شائستہ: Well Manners سے یاد آیا آپ TV پروگرام کتنے دیکھتے ہیں؟

شیخ الاسلام: صرف نیوز چینل دیکھتا ہوں۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گی کہ مجھے آپ کے پروگرام کا نام بھی پتہ نہیں تھا اور آپ محسوس نہ کریں آپ کے نام سے باخبر نہ تھا۔ جب مجھ سے ٹائم لیا گیا تو میں انکوائری کرتا رہا کہ یہ کون ہیں؟ اور پروگرام کونسا ہے؟ پتہ چلا کہ یہ جیو انٹرٹینمنٹ پر آتا ہے۔ یہ چینل ہم دیکھتے نہیں ہیں۔ نیوز چینل اس لئے دیکھتا ہوں تاکہ میں update رہوں۔

شائستہ: کوئی ایسا جرنلسٹ جو آپ کو بہتر لگتا ہو یا لگتی ہو جس کو دیکھ کر تکلیف نہ ہوتی ہو۔

شیخ الاسلام: میں کسی کا نام نہیں لوں گا لیکن ایک اصول بتا دیتا ہوں وہ جرنلسٹ وہ Analist وہ اینکر اچھا لگتا ہے جو کسی کی تضحیک اور تذلیل نہ کرے۔ جس کی Approach، Negative نہ ہو، جس کی گفتگو میں شائستگی، Positivity اور Objectivity ہو۔ جسکی گفتگو میں آداب و اخلاق ہوں۔ کسی سے مخالفت بھی کرے تو تہذیب کے دائرے میں رہ کر کرے اور جو سچ ہے اتنا حصہ سچ بھی کہے۔

شائستہ: ابھی آپ کی فیملی کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ کی بیوی نے آپ کا بہت ساتھ دیا۔ میں آپ سے یہ پوچھوں گی کہ اگر آپ کی بیوی کبھی بیمار پڑی ہوں تو آپ نے کبھی ان کا ہاتھ بٹایا ہے؟

شیخ الاسلام: میرے بیرون ملک Stay اور دیگر بیرونی مصروفیات کو چھوڑ کر پوری لائف میں جب بیمار ہوئی ہیں تو میں ڈاکٹر کے پاس ان کو خود لے کر گیا ہوں۔ کبھی تنہا ڈرائیور کے ساتھ نہیں بھیجا اور تقریباً ہر سال عمرہ پر ساتھ رکھتا ہوں۔ تکلیف ہو تو خود Look after کرتا ہوں۔ اپنے ہاتھ سے ان کو Medicine دیتا تھا۔ یہ اللہ کا شکر ہے اور میرے دل کو بڑا اطمینان ہے کہ انسانی زندگی میں لائف پارٹنر، اولاد، رشتہ داروں اور دوستوں کے جو تقاضے ہیں ان کو ادا کرنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔

شائستہ: انسانی زندگی کی جو آپ نے بات کی ہے یہ بہت خوبصورت رشتہ ہے میاں بیوی کا اس میں بڑی کھٹی میٹھی باتیں ہوتی ہیں۔ کھٹ پٹ کب ہوئی ان سے؟

شیخ الاسلام: ازدواجی زندگی میں کھٹی میٹھی باتیں ہوا کرتی ہیں جیسے دونوں لفظ آپ نے اکٹھے بولے یہ

ایک ساتھ ہی آتے ہیں۔کئی بار ہوئی ہوں گی لیکن میری زندگی کا اصول ہے جب آپ دومل کر رہتے ہیں تو ہر چیز اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق ایک دوسرے کونہیں ملے گی۔ لہذا آپ کی بیوی جو آپ کو ناشتہ بھی بنا کر دیتی ہے اور گھر کے کام کاج کرتی ہے۔شرع میں یہ اس کے فرائض نہیں بلکہ احسان ہے کہ وہ ایسے کام کرتی ہے۔اگر نہ کرے تو گناہگار نہیں ہوگی۔اس لئے کسی بات سے یا کوئی تقاضا پورا نہ ہونے پر خفاء ہوگئی تو وہ بھی انسان ہے اس کا Right ہے اور آپ کا فرض ہے کہ خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور اگر آپ Reject کریں گے اور دونوں طرف غصے میں آئیں گے تو تعلقات خراب ہوں گے لہذا انسان کو اس کی بھلائیوں کو نہیں بھولنا چاہئے۔ ہماری زندگی الحمدللہ برداشت کے ساتھ چلی ہے۔

شائستہ: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان غصہ میں آتا ہے جب آپ غصہ میں آتے ہیں تو کیا آپ کی آواز بلند ہوجاتی ہے یا پھر آپ خاموش ہوجاتے ہیں یا آپ اس جگہ سے اٹھ جاتے ہیں۔آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

شیخ الاسلام: جب Young Life تھی کبھی کوئی بات ہوتی تو آواز بھی بلند ہوتی اور غصہ میں بھی آجاتا تھا لیکن وہ زمانہ بہت تیزی سے ختم ہوتا گیا۔ اس کے بعد اب کوئی بھی ہو میں غصہ میں نہیں آتا۔ اپنے انداز سے اپنی بات بتا دیتا ہوں یا خاموش ہوجاتا ہوں یا نصیحت کی بات کرتا ہوں کہ اس طرح نہیں اس طرح ہے۔اس کو پھر Naturally لے جاتا ہوں۔ٹھنڈا پن بہت آگیا ہے۔

شائستہ: لوگ آپ کے خواب چونکہ بہت مشہور ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کے سونے کا وقت کتنے گھنٹے کا ہے؟ کیونکہ بہت چھوٹی عمر سے آپ تہجد پڑھ رہے ہیں؟

شیخ الاسلام: سونے کا جو معمول ہے وہ زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے۔ مثلاً بہت سالوں میں ایسا معمول بھی رہا کہ ظہر کی نماز سے لے کر نماز فجر تک مسلسل بیٹھا اور جاگا ہوں ایک وضو کے ساتھ ایک وضو کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ظہر پھر عصر پھر مغرب اور پھر عشاء تک نماز پڑھی لیکن اگر حاجت ہوئی تو گئے وضو کر کے واپس آکر بیٹھ گئے۔ کام میں بریک نہیں آئی کیونکہ میرا ریسرچ ورک ہے۔تصنیف و تالیف ہے۔ میں نے 1000 سے زائد کتب لکھی ہیں۔ اس تھوڑی لائف میں یونیورسٹی بھی بنائی ہے۔ 650 سکول بھی بنائے۔ دنیا کے 90 ممالک میں ادارے بھی بنائے۔تنظیمی نیٹ ورک قائم کئے۔ ہزارہا لیکچرز دیئے۔ ایک Generation تیار کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے وقت کیسے نکلے گا۔ پھر آرام کا وقت قربان کر کے ساری ساری رات لگاتے تھے۔ظہر کی نماز پڑھ کر میں بیٹھ جاتا تھا اور فجر کی نماز کے بعد جا کر لیٹتا تھا۔اس طرح میں نے مسلسل 18 سے 19 گھنٹے کام کیا تھا لیکن اب صحت ناساز ہونے کے باعث ساری رات کا بیٹھنا اجازت نہیں دیتا اور ڈاکٹر بھی اجازت نہیں

دیتے۔ اب میں رات 12 سے 2 بجے تک لیٹ جاتا ہوں پھر تہجد کے لئے اٹھتا ہوں پھر لیٹ جاتا ہوں پھر فجر کے بعد 3 سے 4 گھنٹے لیٹ جاتا ہوں۔ نیند کو دوحصوں میں کر کے 4 سے 6 گھنٹے آرام کر لیتا ہوں۔

دوسری آپ نے خوابوں کی بات کی۔ یہ سوسائٹی کی بڑی بدقسمتی ہے کہ کسی Subject پر وہ لوگ بات کرتے ہیں جو اس Subject پر بات کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ اگر میں Eye Surgery پر بات کروں یا Heart اور کارڈیالوجی پر بات کروں اور ہارٹ سرجن بن بیٹھوں تو بددیانتی ہوگی۔ جس Sujbect کا Specialist نہیں ہوں اخلاق، دین، امانت اور دیانت کا تقاضا ہے کہ اس پر بات نہ کروں۔ اسی طرح خواب ایسا Subject ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے اس کا انکار نہیں کیا۔ خواب کا مطلقاً انکار کرنا کفر تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ بے شمار خواب قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کوئی انبیاء کے خوابوں کا ذکر ہے۔ پھر صحاح ستہ اور حدیث کی کتابوں میں کتاب الرؤیۃ اور کتاب المبشر ات وغیرہ پورے باب قائم ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مومن کا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے''۔ یعنی اس کا فیض ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''نبوت ختم ہوگئی اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ نہ نبوت و رسالت ہوگی نہ وحی آئے گی بلکہ مبشرات ہوں گے''۔ صحابہ کرام نے پوچھا: مبشرات کیا ہیں؟ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''نیک خواب جو میری امت کے لوگوں کو آئیں گے''۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ ایک Subject ہے اور ایک سائنس ہے۔ اس کی تعبیر پر ائمہ نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ جو شخص اس Subject اور سائنس پر Expert نہیں اس کو بھی بات نہیں کرنی چاہئے۔ Maximum یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اس پر Comment نہیں کرسکتا یا میرا یہ Subject نہیں ہے مگر بدقسمتی سے اس کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا اور غلط بیانی کی گئی۔ ایسے لوگ خدا جانے ان کا اپنا حال شاموں اور راتوں کو کیسا گزرتا ہے اور وہ کسی کے خواب کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں جس میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کا ذکر ہے۔ اولیاء کی زیارت کا ذکر ہے۔ نیک مبشرات ہیں لہذا اس کی تضحیک کرنا، اس کے مختلف معنی بنانا، بڑی خیانت و بددیانتی کی بات ہے۔ پھر اس کو TV کا موضوع بنانا بھی تعجب کی بات ہے۔ ایک سوال کر کے ٹی وی چینل پر خواب کا آدھا جملہ لے کر اسے برا رنگ دے دینا۔ میں یہ نصیحت کروں گا کہ مسلمان ہونے کے ناطے لوگوں کو اس امر سے Avoid کرنا چاہئے کیونکہ جو چیز آپ خواب میں دیکھتے یا سنتے ہیں وہ اسی طرح نہیں ہوتی بلکہ اس کی تعبیر سرے سے کچھ اور ہوتی ہے۔ جیسے خواب میں دودھ دیکھا تو دودھ سے مراد خواب

میں علم ہے لہذا اس Subject پر جب تک مہارت نہ ہو گفتگو نہیں کرنا چاہئے اور والدین ہمیں بھی ملتے ہیں۔ یہ تو ایک عام بات ہے۔ خواب مسلمان کو کیا ایک کافر کو بھی آتے ہیں۔

شائستہ: 2015ء میں پاکستان ٹوٹنے کی آپ کو جو بشارت ہوئی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

شیخ الاسلام: بشارت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ بالکل سیاسی تجزیہ ہے اور بے شمار لوگوں نے اس پر لکھا ہے اور اس کے بہت سارے ایجنڈے پر کام ہورہا ہے کہ نااہل Leadership کو لانا ہے جو Deliver نہ کرسکے۔ جس کے ذریعے ملک میں بدامنی کنٹرول نہ ہو بلکہ انتہاء پسندی اور دہشت گردی میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔ اس کی Ability ختم ہوتی چلی جائے۔ Rule of law ختم ہوتا چلا جائے۔ لوگوں کو عدل و انصاف نہ ملے۔ بنیادی ضروریات فراہم نہ ہوں اور سوسائٹی میں Law Less ness پیدا ہو۔ اس طرح ملک Failing stage پر ہے۔ اگلے کچھ سال لوگ اسی طرح کے آتے رہے تو کہیں اس ملک کو اس سازش کے تحت Failed Declare نہ کردیا جائے لہذا سازش کرنے والوں کے پلان میں یہ ہے کہ اس کی تکمیل 2015ء تک ہوجائے گی۔

شائستہ: یہ ساری باتیں معلوم ہونے کے بعد بھی آپ نے کیوں کہا کہ الیکشن میں حصہ نہیں لینا؟

شیخ الاسلام: یہ جو الیکشن ہورہے ہیں اس سے ایسی قیادت منتخب ہوکر آئے گی یاد رکھ لیں الیکشن کوئی زیادہ دور کی بات نہیں ہے۔ 11 مئی کو الیکشن ہے مئی کے End تک اسمبلیاں بھی بن چکی ہوں گی گورنمنٹ بھی بن چکی ہوگی۔ آپ یاد رکھ لیں جن حکومتوں کو پوری قوم گالی دیتی رہی اور ملک پر عذاب سمجھا جاتا رہا ہو اور جنہیں نااہل، کرپٹ، تباہی کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا رہا اور پوری دنیا میں پاکستان بدنام ہوا۔ System کمزور ہوا دہشت گردی عروج پر ہوئی۔ 11 مئی کے بعد یہی لوگ پلٹ کر آئیں گے قوم یہ بات سن رہی ہے میں نے یہ بات کہہ دی آپ کے پروگرام کے تحت اگر کچھ لوگ اچھی آگئے، 10، 12 تو ساڑھے تین سو میں دس 12 کیا کریں گے۔ Overall حکومتیں بنیں گی ویسی ہی ہوں گے چند گنے چنے لوگ جو Change چاہتے ہیں وہ تین میں ہونگے نہ تیرا میں ہوں گے۔ نہ تیتر نہ بٹیر۔ سسٹم اسی طرح خراب رہے گا۔ Rule of Law عوام کو نہیں ملے گا۔ Economy اسی طرح مزید تباہ ہوگی اور Investment نہیں ہوگی۔ انتہا پسندی بڑھے گی۔ پھر لوگ کہیں گے اس وقت میں نے سچ کہا تھا اور میں نے اسی لئے الیکشن میں Participate نہیں کیا تھا تا کہ لوگ

احساس کریں کہ یہ قوم کے ساتھ ایک تماشا ہوگیا ہے میں اس تماشے کا حصہ نہیں بننا چاہتا بلکہ حقیقت اس دنیا کو دکھانا چاہتا ہوں تاکہ الیکشن کے بعد جب نتائج سامنے آئیں تو قوم Realise کرے کہ جو کچھ میں نے کہا سچ ہے۔

شائستہ: آپ کا Admission، ہاورڈ یونیورسٹی میں ہوگیا تھا وہ ایسی یونیورسٹی ہے کہ کوئی بھی والدین بڑے فخر کے ساتھ پوری دنیا کو بتاتے ہیں کہ ہمارے بچے کا وہاں ایڈمشن ہوگیا ہے مگر آپ وہاں پڑھنے کے لئے کیوں نہیں گئے؟

شیخ الاسلام: وہ ایک بڑی عجیب بات ہے۔ روحانی کے ساتھ یادگار بھی ہے۔ جیسے میں نے آپ کو بتایا کہ پنجاب یونیورسٹی میں Top کیا تھا اور گولڈ میڈل بھی لیا تھا اور ایک ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اسکے نتیجے میں ہاورڈ یونیورسٹی سے گورنمنٹ آف پنجاب کو Scholarship آیا کہ جس لڑکے نے اسلام اور سائنس پر پورے پاکستان کی یونیورسٹی میں Top کیا ہے اس کو دے دیں۔ مجھے سکالرشپ مل گیا۔ میں نے فروری کے اینڈ تک 1974ء میں Register ہونا تھا اور حاضری دینا تھی اور Ph.D کے کورسز شروع ہونے تھے مگر والد صاحب نے منع فرمادیا کہ نہیں حالانکہ وہ اعلیٰ تعلیم تعلیم دلوا رہے تھے پوچھنے پر خاموش ہوگئے پھر چچا کو کہا جو father in law بھی ہیں انہوں نے میرے والد صاحب سے بات کی انہیں بھی منع کر دیا۔ پھر میں نے اپنے چچا زاد کو کہا وہ بہنوئی تھے مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ پھر میں نے اپنے چھوٹے چچا کو فیصل آباد سے بلایا۔ انہوں نے Request کی مگر ابا جی قبلہ نہ مانے۔

شائستہ: آپ جانا چاہتے تھے؟

شیخ الاسلام: میں ہر صورت جانا چاہتا تھا۔ ہاورڈ یونیورسٹی کا سکالرشپ تمام وسائل کے ساتھ تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہر سفارش ڈال چکا ہوں تو ایک دن نماز فجر کے بعد میرے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ بیٹے آئیں چلیں تو لے کر باہر چلے گئے اور واک کرتے ہوئے کہا کہ بیٹے آپ کے ہاورڈ جانے اور جا کر Ph.D کرنے کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی مگر میں نے جو No کیا تھا اس کی وجہ اس لئے نہیں جانے دے رہا کہ آپ فروری 1974ء جائیں گے اور آپ چلے گئے تو آپ شاید میرے جنازے میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ میں نے پھر بات نہیں پوچھی اور With draw کر دیا۔ نومبر 1974ء میں آپ کا وصال ہوگیا اور میں ان کی تجہیز و تکفین کرنے والا تھا۔

☆☆☆☆☆

درس نمبر 51

دروس سلوک و تصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
مرکزی امیر
تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

ایک اسلامی خاندان۔ سلوک و تصوّف کی اہم درسگاہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے دین اسلام اپنے ٹھوس اصولوں اور واضح لائحہ عمل کے ذریعے مسلمانوں کی انفرادی زندگی سنوارنے کے علاوہ ان کی اجتماعی اور قومی زندگی میں بھی اصلاح کر کے بحیثیت ملّتِ واحدہ اس قابل بناتا ہے کہ وہ تمام طبقاتی، گروہی، نسلی اور لسانی عصبیتوں سے بالا تر ہو کر ایک ایسے روحانی الذہن معاشرے کے قیام کا فریضہ سر انجام دے کہ جو وحدتِ نسل انسانی اور شرف و تکریم انسانیت کے ایسے عالمگیر تصور پر مبنی ہو کہ جس سے محدود گروہی، لسانی، نسلی، علاقائی، مذہبی اور مسلکی عصبیتیں ختم ہو جائیں اور اس کے اندر بسنے والے سارے انسان ایسی زندگی بسر کر سکیں کہ آپس میں ہر کسی کا دکھ درد، شادی، خوشی سب ایک جیسی محسوس کریں۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں:۔

”مسلمانوں کی باہمی محبت اور رحمت و مودّت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم ہو جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم اس کے لیے بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے“

صحیح مسلم میں آپؓ ہی سے مروی ہے کہ محسن انسانیت حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ ”مومنوں کی مثال ایک شخص کی طرح ہے۔ اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہو تو سارا جسم بے آرام ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے سر کو تکلیف ہو تو بھی سارا جسم بے آرام ہو جاتا ہے۔“ گویا ہر مسلمان اپنے معاشرے کے جسم میں آنکھ کی طرح ہوتا ہے۔

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ ۔۔۔ کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

ایک حقیقی اسلامی اور روحانی معاشرہ کی بنیاد معلّم و مربیّ عالَم، نبی محتشم ﷺ کی ذات مقدسہ سے غیر مشروط اور دائمی وفاداری پر قائم ہوتی ہے۔ سلوک و تصوف یعنی احسان کے جذبہ سے سرشار ایک اسلامی سوسائٹی کے افراد کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ان کی تمام تر جدو جہد کا مرکز و محور رضائے الٰہی کی جستجو ہو۔ ہر فرد کے عمل کی

بنیاد مطالبہ حقوق کی بجائے ایتائے حقوق پر قائم ہو، تاکہ معاشرے کا کوئی فرد اپنے جائز بنیادی حقوق سے محروم نہ رہے اور ہر شخص کا طرز عمل ایسا ہو؛ چاہے اس کا تعلق طبقہ اقتدار سے ہو یا رعایا سے کہ وہ معاشرہ کے ہر فرد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ہر قسم کے داخلی اور خارجی موجباتِ خوف وغم سے محفوظ کردے۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے دکھ درد، غم اور خوشی کو اپنا سمجھے اور اس کا قلب بھی اس احساس کی تصدیق کرتا ہو۔ احسان کے جذبہ کی بنیاد پر استوار ایسے معاشرے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ملت واحدہ کی حفاظت کے لیے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حق کی صداقت اور سربلندی کی خاطر ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور وہ داخلی اور خارجی محاذوں پر تمام طاغوتی، استیصالی اور منافقانہ قوتوں کے خلاف غیر مصالحانہ انقلابی جدوجہد فیصلہ کن مرحلہ تک جاری رکھنے کا عزم و حوصلہ رکھے۔ ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرے اور عدل قائم کرنے کی جدوجہد میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہو۔

معاشرے کی تشکیل کے مختلف مراحل میں سب سے پہلے خاندان کی بناء ڈالی جاتی ہے۔ پھر بہت سارے خاندان مل کر قبیلہ اور بہت سارے قبائل مل کر معاشرہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ ایک پاکیزہ روحانی معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہر خاندان کا نظام زندگی ان مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔ جس کا محور و مرکز اتباع سنت نبوی کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کی جستجو ہو۔ اجتماعی نظام زندگی میں سکول، مدرسہ اور اعلیٰ تعلیم کے اداروں کے علاوہ عدالتی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی اداروں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ جب زندگی کے تمام شعبہ جات میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول پیش نظر ہو اور ملت کے سب افراد مل کر ایک جیسے مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد میں مصروف ہوں تو ظاہر ہے کہ ایک ایسا معاشرہ (society) خود بخود وجود میں آئے گا کہ جس کی بنیاد اسلامی فلسفہ زندگی کے بنیادی اصول ''اجتماعی عدل'' پر مبنی ہوگی۔

ایک پاکیزہ اسلامی روحانی معاشرے کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان گھرانوں کا خاندانی نظام زیادہ سے زیادہ اسلامی روایات کا پاسدار اور امین ہو۔ خاندانی زندگی (family life) کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے۔ دین اسلام نے زوجین کے درمیان خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے قابل عمل آداب و فرائض کا تعین کیا ہے۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت صدق دل اور خلوص نیت سے ایک حقیقی روحانی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے جذبہ سے سرشار ہوکر اس کی تعمیر کے لیے کوشاں ہو اور وہ سب سے پہلے اپنے گھر کے اندر ایک ایسا روحانی ماحول پیدا کرے کہ جس کے اندر پروان چڑھنے والی اولاد اسلام کے بنیادی عقائد اور تعلیمات سے بہرہ ور ہو۔ والدین اپنے عمل سے بچوں کی تربیت کریں تاکہ بچپن سے ان کا ذہن اور جسم ہم آہنگ ہوکر اسلام کے بنیادی مقصد کے حصول کے لیے مصروف عمل ہوں۔

دین اسلام میں سلوک وتصوف یا احسان کا مقصد انسان کی انفرادی اصلاح اور تعمیر شخصیت کے

علاوہ اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر عمل احسان (act of benevolence) کی افادیت کو اجاگر کرنا ہوتا ہے تا کہ مسلمانوں کے علاوہ اقوام عالم بھی اس سے مستفید و مستفیض ہوں۔ بنیادی ضرورت اس امر کی ہے کہ خانقاہی نظام کے تربیت یافتہ افراد سب سے پہلے اپنے گھر کی فکر کریں اور اس کے ماحول کو ایسا روحانی اور آسودہ بنائیں کہ وہ ہر طرح کے فساد اور آلودگی سے پاک اور صاف رہے اور دیکھنے والے اس سے متاثر ہو کر اپنے خاندان کے ماحول کو بھی اس جیسا بنانے کی کوشش کریں۔

کسی مقصد (objective) کے حصول کے لیے کام کرنے والے شخص کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وُہ مقصد کے لیے کئے جانے والے ہر عمل کے شرائط، آداب اور فرائض سے اچھی طرح واقف ہو۔ ہر مسلمان فرد کے لیے ایک ''اسلامی خاندان'' کی تعمیر اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ قرآن و سنت میں ہدایت اور راہنمائی کے بے شمار خزینے موجود ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں خاندان کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے مستقبل کی نسلیں وجود میں آتی ہیں۔ ہر خاندان ایک ادارہ کی طرح ہوتا ہے جس کا نظام چلانے میں گھر کا ہر فرد شامل ہوتا ہے۔ گھر میں ہر شخص کے خاص حقوق اور فرائض ہوتے ہیں۔ خاندانی نظام ایک کثیر الجہات (multi-dimentional) پراجیکٹ کی طرح ہوتا ہے۔ جس کے متعدد شعبہ جات ہوتے ہیں۔ ہر شعبہ کے نظام کو بطریق احسن چلانا پورے خاندانی نظام کی کامیابی کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ صالح، نیک اور پارسا افراد کا گھر، ایک مسجد، خانقاہ اور مدرسہ کے متماثل ہوتا ہے۔ جہاں روز مرہ کی عبادات کے علاوہ تعلیم و تزکیہ کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔

خاندان کے سربراہ کی کئی حیثیتیں ہوتی ہیں وہ ایک بیوی کا شوہر اور بچوں کا باپ ہوتا ہے۔ وہ خاندان کی حفاظت کرنے والا، بیوی اور اولاد کے لیے نان نفقہ کا بندوبست اور قرآن و سنت کے مطابق اولاد کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنے والا شخص ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں مرد کے لیے ''قوّام'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ماہرینِ لغتِ عربی نے اس لفظ کو راعی، محافظ، حاکم اور کفیل کے معانی اور مفہوم کا حامل بتایا ہے۔ لہٰذا لفظ ''قوّام'' کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص جو کسی فرد، گھر، ادارے یا نظام کے امور و معاملات کو صحیح اور درست طور پر چلانے، اس کی حفاظت و نگہداشت کرنے اور اس کی احتیاجات و ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے گھر میں اس کے والدین، بھائی اور بہنیں بھی رہائش پذیر ہوں تو اس کی حیثیت ایک بیٹے اور بھائی کی بھی ہوتی ہے۔ اس کا تعلق گھر کے ہر فرد کے ساتھ ایک مخصوص رشتہ کی نسبت سے قائم ہوتا ہے۔ ایک مسلمان خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ سب کے درمیان خوشگوار اعتدال اور توازن قائم رکھے۔ یہ اس کے عدل و انصاف، امانت، دیانت، راستی، خلوص اور صبر و شکر کے صفات کا امتحان ہوتا ہے۔ جس سے منازل

سلوک وتصوّف میں ترقی ملتی ہے۔اپنے خاندان اور گھر کوسلوک وتصوّف کی خانقاہ ،تعلیم وتربیت کی مسجد اور اخلاق وتزکیہ کا مدرسہ سمجھنے والے سالک اور صوفی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی اہلیہ اور اولاد کو عملی تربیت دینے کے لیے ان کے سامنے اپنے والدین کا ایک فرمانبردار بیٹا ہونے کا عملی نمونہ پیش کرے اور قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی مثال قائم کرے۔ جو بیٹا اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے یہ اس کے نیک سلوک اور اعمال کے زمرہ میں آتا ہے اور جوصدقِ دِل سے ایسا کرتا ہے وُہ تصوّف کے اعلیٰ مقامات طے کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا شمار محسنین میں ہوتا ہے۔مکتبۂ سلوک وتصوّف میں اخلاقیات کی تعلیم کتابوں کی بجائے عمل سے دی جاتی ہے۔لسانِ حال لسانِ قال سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ماں باپ کے حقوق کی اہمیت اور اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم فرقان حمید میں جگہ جگہ اللہ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق بیان کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ والدین کی شکر گزاری کی تاکید کی گئی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کی تیئسویں (۲۳) آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک یعنی احسان کرو۔ ہر نیک سلوک میں ترقی، نکھار اور صفائی سے تصوّف پیدا ہوتا ہے جو منازل میں ترقی کے ساتھ ساتھ احسان میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوش ہوکر بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ "وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ" (اور احسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) (البقرہ:۱۷۵)

والدین بھی اپنے بچوں کے ساتھ احسان کا سلوک کرتے ہوئے دل و جان سے ان کی حفاظت، کفالت اور تعلیم وتربیت کر کے پروان چڑھاتے ہیں۔ان کے بڑھاپے میں اولاد کے لیے ان کے احسانات لوٹانے کا وقت ہوتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ "احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہوسکتا ہے" (الرحمٰن :۶۰)

صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی محتشم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے" میں نے پھر پوچھا" اس کے بعد کون سا کام اللہ جل شانہٗ کو سب سے محبوب ہے"۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا: " ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک" میں نے پوچھا" اس کے بعد" فرمایا" خدا کی راہ میں جہاد کرنا" حضرت ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی مکرم ﷺ سے پوچھا" یارسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے"؟ آپ ﷺ نے فرمایا"ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ" (ابن ماجہ) یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک کر کے تم جنت میں جاؤ گے اور ان کے حقوق پامال کر کے تم جہنم کا ایندھن بنو گے۔

شریعت، طریقت اور معرفت یعنی احسان کا لبّ لباب محسن کی شکر گزاری ہے، اپنے ساتھ نیک سلوک کرنے والوں کی پہچان، معرفت اور احسان مندی حقیقت کی پہچان اور معرفت ہوتی ہے۔ اپنے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نبی مکرم ﷺ قرآن، دین اسلام والدین، اساتذہ اور مرشدین حق کا سلوک اور احسانات گنوانے بیٹھ جائیں تو گن نہ پائیں کیونکہ وہ بے حد وشمار ہیں.

''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تُكَذِّبٰنِ'' (اب (اے انسان تو ہی غور کر کہ) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا)(النجم: ۵۵)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بے حد وشمار احسانات میں سب سے بڑا احسان کسی انسان کو نبی ﷺ کی امت میں پیدا کرنا، اس کو دین کے نور سے مستنیر فرما کر ارکان اسلام کا پابند بنانا ااور قرآن وحدیث کے علوم وحکمت سے اس کے قلب و ذہن کا تزکیہ کرنا ہے، اس کے بعد کسی شخص کا نیک، صالح، متقی اور پرہیز گار والدین کی اولاد اور نیک خاندان کا فرد بنانا ہے۔ اور یہی کسی محسن کی احسان مندی اور شرافتِ انسانی کا اولین تقاضا ہے۔ اللہ جل شانہٗ خالقِ کُل ہے لیکن اس کا احسان ہے کہ دنیائے محسوس میں اس نے والدین کو بچے کی تخلیق کا سبب بنایا۔ اللہ جل شانہٗ رَبُّ العالمین ہے لیکن اس نے بچے کی ربوبیّت، پرورش، حفاظت، کفالت، اور تعلیم وتربیت کا سبب ماں باپ کو بنایا، اور ان کو شرفِ احسان سے مملو فرما کر ان کی بے مثل جان فشانی اور شفقت کو مثال بنا دیا۔ اولاد کے لیے بہترین سلوک وتصوّف یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اور نبی کریم ﷺ کی احسانمندی کے بعد ان کے قلوب و اذہان والدین کی عقیدت، عظمت اور محبت سے سرشار ہوں، اہلِ طریقت کے دلوں کا ریشہ ریشہ اللہ کے فرمان کی اطاعت میں والدین کا شکر گزار ہوتا ہے۔ اللہ جل مجدہٗ کا فرمان ہے۔'' اَنِ اشْكُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْكُ'' (اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے (کہ اللہ کے حقوق کے بعد دنیا میں پہلے ماں اور پھر باپ کے حقوق ہیں اور یوں سمجھایا کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر (بڑی مشقت سے) اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں جا کر کہیں اس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ اس لیے اے انسان تجھ پر واجب ہے) کہ'' تو میرا اور اپنے والدین کا شکرادا کر'' اور (یاد رکھ) آخر میری ہی طرف (تم سب کو) لوٹ کر آنا ہے۔ (لقمان:۱۴)

سلوک کی ابتداء سالک کے گھر سے ہوتی ہے۔ ماں باپ کا سلوک اپنی اولاد کے ساتھ، اولاد کا سلوک اپنے والدین کے ساتھ، بہن بھائیوں کا آپس میں سلوک، دادا دادی، نانا نانی اور خاندان کے دیگر افراد کا سلوک بچوں کے ساتھ اور بچوں کا سلوک بزرگوں کے ساتھ، غرضیکہ گھر میں ہر سالک کا سلوک دوسروں سے ویسا ہی ہوتا ہے جس طرح عملاً اس کا اظہار خاندان کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایک بچہ اپنے دادا دادی کے ساتھ اپنے والد اور ماں کے طرزِ عمل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرتا ہے جو ان کے والدین

کا ہوتا ہے۔اگر بچے کے والدین ادب و احترام سے اپنے والدین کے ساتھ پیش آتے ہیں تو ان کے دیکھا دیکھی بچے بھی اپنے دادا، دادی، نانا، نانی سے ادب و احترام سے پیش آتے ہیں۔ کسی گھر میں پرورش پانے والے بچے کی مثال ایک کمہار کے ہاتھ بننے والے اس برتن جیسی ہوتی ہے کہ جس طرح وُہ اس کو بنانا چاہے وہ اسی طرح بن جائے۔

اہل سلوک و طریقت، قرآن وسنت کے مطابق تزکیہ وتعلیم کے مراحل سے گزرتے ہیں اور اپنے گھر اور خاندان کا ماحول ایسا بناتے ہیں کہ جہاں آسانی اور سہولت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے متعین مقاصد حاصل ہو سکیں۔مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ''اتباع نبی محتشم ﷺ کے ذریعے رضائے الٰہی کا حصول'' ہوتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل (الاسراء) کی تیئسویں اور چوبیسویں آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًاط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا O وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا O

''(اور آپ کے پروردگار کا یہ فرمان (عام) ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کیا کرو(کہ اللہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پالنے والے دنیا میں یہی ماں باپ ہیں) اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو۔ (کوئی معمولی سی بات ''ہوں'' ''ہاں'' بھی اس طرح زبان پر نہ آئے کہ انہیں ناگوار ہو) اور نہ ان کو جھڑکو، بلکہ ان کے ساتھ ادب سے بات کرو(تمہارے ہر قول وفعل سے ادب نمایاں ہو کہ یہی ادب حسن سلوک، تصّوف اور احسان کی جان ہے) اور اپنے بازو نہایت عاجزی اور نیاز مندی سے ان کے سامنے جھکا دو اور ان کے لیے دعا کرو کہ اے میرے پروردگار تو ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت ومحبت) سے پالا تھا، بڑھاپے میں بچپن کے سے تصور پیدا ہو جاتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس وقت بوڑھے والدین کے ساتھ ان کی خدمت کا ادب سکھا رہا ہے کہ تمہارے لیے ان کی جھڑکی شفقت تھی، لیکن تمہاری جھڑکی یا ان سے سخت لہجہ میں بات شفقت نہیں بلکہ تمہاری بیزاری کا اظہار ہے۔لہذا تمہاری عاقبت بچانے کے لیے تم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ سراپا ادب بن کر محبت اور نیازمندی کے ساتھ ان کی خدمت کرو اور اللہ سے اس خدمت کا حوصلہ اور صبر کی توفیق طلب کیا کرو۔

اہل طریقت کے منازِل عالیہ میں ایک اعلیٰ مقام ''صبر'' کا ہے۔ ماں باپ مقامِ صبر کے حصول کی کنجی ہوتے ہیں۔ بُڑھاپے میں ان کا مزاج چڑچڑا اور قدرے سخت بھی ہو جاتا ہے، دنیا کے مختلف معاملات دیکھنے کا ان کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے، وہ ہر چیز کو اپنے نکتہ نظر، تجربہ اور مزاج کے مطابق دیکھتے ہیں، ان کے تقاضے اور مطالبے

بعض اوقات نوجوان اولاد کیلئے خلافِ توقع ہوتے ہیں لہذا کبھی کبھار وہ الجھاؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے والدین کے ساتھ تلخ کلامی پر اتر آتے ہیں اور ان کی باتوں کا جواب سخت لہجہ اور انداز سے دیتے ہیں۔ یہی وُہ مقام ہوتا ہے جہاں احتیاط برتنے والی اولاد کو اللہ جل شانہٗ ''مقام صبر'' کے اعلیٰ درجات سے نوازتا ہے۔

اہل سلوک و طریقت اپنی خصوصی تربیت کی وجہ سے والدین کی تلخ و ترش باتوں کو خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں اور جواب میں ہر ایسی حرکت سے احتراز کرتے ہیں جو ان کے ناگوارِ خاطر ہو یا جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگنے کا احتمال ہو۔ خواجہ اجمیرؒ فرماتے ہیں:۔

؎ بزن بہ سنگِ ملامت زُجاجۂ ناموس   بکُوئے عشق بریز آبروئے تقویٰ را

حضرت اقبالؒ نے یہ نکتہ اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے:۔

؎ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ   جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

والدین کے سامنے خود ساختہ انا یا اکھڑ پن دکھانا خود اپنے آپ کو پھکڑ ثابت کرنے کے مترادف ہوتا ہے کیونکہ وہ تو آپ کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ آپ اصل میں کیا ہیں اور آپ کی اہلیت کتنی ہے؟ لہذا اہل سلوک وطریقت اس ضمن میں بہت احتیاط برتتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓو سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالےٰ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تعالےٰ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے''(ترمذی، ابن حبان، حاکم)یعنی اگر کوئی اللہ جل شانہٗ کو راضی کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے والد کو راضی رکھے، والد کے ناراض ہونے سے اللہ کا غضب جوش میں آتا ہے۔

کتب احادیث میں جگہ جگہ والدین کے حقوق کا بیان وارِد ہُوا ہے۔ الترغیب و الترھیب میں منقول ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کی روزی میں کشادگی ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور صلۂ رحمی کرے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں جہاد کی اجازت لینے حاضر ہوا، سرکارِ دو عالم ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا اس کے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں زندہ ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کی خدمت کرو، یہی جہاد ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے گھروں کو اتباع نبی مکرم ﷺ اور سنت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی پیروی کرنے کا نمونہ بنا دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تفسیری تفردات و امتیازات

قسط پنجم

علامہ محمد حسین آزاد۔ ایم فل علوم اسلامیہ منہاج یونیورسٹی

منہاج یونیورسٹی کالج آف شریعہ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تفسیری خدمات کے حوالے سے پہلا ایم فل کرنے کا اعزاز جامعہ کے ابتدائی فاضلین میں سے علامہ محمد حسین آزاد نے حاصل کیا ہے جو جامعۃ الازہر سے ''الدورۃ التدریبیۃ'' میں بھی سند یافتہ ہیں اور مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ کے علاوہ مجلّہ دختران اسلام کے مینجنگ ایڈیٹر ہیں جن کا مقالہ قارئین کے استفادہ کے لئے بالاقساط شائع کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا بحیثیت مفسر تعارف

۱۔ذوق تحقیق اور وسعتِ مطالعہ

مفسر کی علمی وفکری پختگی کا انحصار اس کے ذوق تحقیق اور وسعت مطالعہ پر ہوتا ہے۔ دور حاضر تخصص (Specialization) کا دور ہے جو بغیر ذوق تحقیق کے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے ذوق مطالعہ کو دیکھا جائے تو وہ اسقدر وسیع ہے کہ ہر موضوع پر وہ ایک ہی وقت میں قرآن ، حدیث ،سیرت، تصوف ،علم الکلام، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، معانی ،بلاغت ،منطق ،صرف ،نحو،عمرانیات ، سائنس ،طب، تقابل ادیان، عیسائیت اور یہودیت پر خدا داد قوت حافظہ کی وجہ سے انتہائی مستند طریق پر دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں اور جس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں وہ حرف آخر ہوتا ہے۔قرآن حکیم کے مطابق :

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ (المائدہ،۵:۵۴)

''یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے''

ذوق مطالعہ اور وسعت علمی کے بعد مفسّر کی دوسری خوبی ذوقِ تحقیق اور قوت استدلال و استنباط کی ہوتی ہے ۔ یہ ایک خدا داد اور وہبی صلاحیت ہوتی ہے کہ جب وہ قرآن میں غوطہ زن ہوتا ہے تو ایسے نکات ، ضابطے

اور اصول اخذ ومستنبط کرتا ہے جس سے امت کے عروق مردہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ جاتی ہے ۔ یوں وہ اپنی ملّت اور قوم کو عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے جدت کردار وافکار سے نوازتا ہے جس کے بارے میں کیا خوب کہا گیا:

؎ قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّت کردار

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو باری تعالیٰ کی طرف سے یہ خوبی بھی نمایاں اور امتیازی شان وعظمت کے ساتھ عطا کی گئی ہے کہ عصر حاضر میں اس تناظر میں بھی وہ بے مثل نظر آتے ہیں اور جب وہ قرآنی انوار وتجلیات کے وسیع وعریض اور بے کنار سمندر میں غور وتدبّر وتفکّر کے ساتھ غوطہ زن ہوتے ہیں تو آیات اور احادیث سے ایسے نکات وضوابط اخذ کرتے ہیں کہ عقل انسانی کے پاس سوائے اعتراف وتسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ آپ کے استنباط واستدلال کا انداز اتنا حسین اور دلفریب ہوتا ہے ،یوں محسوس ہوتا ہے کہ قرآنی آیات خود بول کر اپنا معنی ومفہوم سمجھا رہی ہوں اور مخفی حقائق کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہو رہا ہو۔ پھر یہ کہنا پڑتا ہے :

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ(۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) کے بعد صحتِ عقائد کے حوالے سے جتنا کام ڈاکٹر صاحب موصوف نے کیا ہے ماضی قریب وبعید میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔ بقول شاعر

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جیسے ۱۹۸۴ء میں پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے رجم کو تعزیری سزا کے طور پر نافذ کرنے کا بل منظور کیا تو ڈاکٹر صاحب موصوف نے عدالت کے اس فیصلے کو چیلنج کیا کیونکہ یہ فیصلہ قرآن وسنت کے منافی تھا۔ اس پر عدالت نے مسلسل چار دن تک آپ کے دلائل کو سنا اور بالآخر آپ کے دلائل کو مبنی بر حقیقت اور صائب مانتے ہوئے اپنا فیصلہ تبدیل کیا اور رجم کے حد ہونے کا تاریخ ساز اعلان کیا کیونکہ عدالت مکمل شرح صدر کے ساتھ حقیقت مسئلہ سے آگاہ ہوئی اور آپ کی آواز سے ہم آواز ہوکر وہی فیصلہ سنانے پر مجبور ہوئی جو آپ کی قوّت استدلال واستنباط سے ثابت ہوا تھا۔

اسی طرح نومبر ۱۹۸۵ء میں عدالت نے گستاخ رسول کی سزا کے مسئلے پر آپ سے معاونت چاہی تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے گستاخ رسول کی سزا کو حداً سزائے موت

ثابت کرتے ہوئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیے اور گستاخ رسول کی توبہ بھی قبول نہیں کا مؤقف اختیار کیا۔ اس موقع پر اہل سنت و جماعت ہونے کا دعویٰ کرنے والے بعض علماء، گستاخ رسول کو توبہ کا موقع فراہم کرنے کیلئے دلائل دیتے رہے مگر حضور نبی کریم ﷺ کے اس عاشق صادق نے کردار فاروقیؓ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی خداداد قوت استدلال و استنباط کے ذریعے جہاں گستاخ رسول کو حداً قتل کرنا واجب قرار دیا وہاں توبہ کا موقع نہ دینا اور معاف نہ کرنا بھی واجب قرار دیا۔

اسی طرح جب سپریم کورٹ میں سرحد کے ایک بہت بڑے جاگیردار کی جاگیروں کا معاملہ زرعی اصلاحات کی وجہ سے زیر بحث آیا تو اس نے عدالت میں اپیل دائر کر دی کہ اسلام طبقاتی تقسیم کا قائل ہے۔ امیر و غریب کے فرق کو قانونی تحفظ دیتا ہے۔ جو چاہے جتنی مرضی دولت اور جائیداد کو اپنے زیر تصرف رکھ سکتا ہے۔ اسلام کوئی قید نہیں لگاتا اس پر بطور دلیل قرآن حکیم سے یہ آیت کریمہ پیش کی گئی۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا. (الزخرف،۴۳:۳۲)

’’کیا وہ بانٹا کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟ ہم نے خود تقسیم کیا ہے ان کے درمیان سامان زیست کو اس دنیوی زندگی میں اور ہم نے ہی بلند کیا ہے بعض کو بعض پر مراتب میں تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔‘‘

مذکورہ آیہ کریمہ کا آخری حصہ خاص طور پر زیر بحث تھا کہ **لیتخذ بعضهم بعضا سخريا.** تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور بعض، بعض سے خدمت لے سکیں اور کم رزق والے زیادہ والوں کی نوکری کریں۔ کچھ حاکم بنیں کچھ محکوم، کچھ خادم بنیں کچھ مخدوم۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا یہ ترجمہ منشاء قرآن کے بھی خلاف ہے اور دین اسلام کے حقیقی معاشی تصور کے برعکس بھی ہے۔

یہ ترجمہ پیش کرنے میں سارے علماء اور محققین بھی یکجا تھے اور عدالتی مشیر بھی متفق تھے۔ 20 کے قریب تراجم سے وہ اپنے اس تصور کو پختہ کر چکے تھے۔ صرف تن تنہا پروفیسر صاحب اس ترجمہ کی مخالفت کر رہے تھے اور اسے منشاء ایزدی اور قرآنی حقائق اور نبوی تعلیمات کے خلاف گردان رہے تھے۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کے نزدیک اس آیت کریمہ کا صحیح کون سا ترجمہ ہے۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا یہ ساری آیت سوالیہ اور استفہامیہ ہے اور اس کے شروع میں ہمزہ استفہام (**اهم يقسمون**) انکار ہے اور اس آیت میں موجود جو لفظ "**سخريا**" آیا ہے یہ مذاق کرنے، تمسخر اڑانے اور ٹھٹھہ کرنے کے معنی میں ہے سو اب پوری آیت کا ترجمہ یہ ہوگا:

”کیا تمہارے رب کی رحمت (نبوت سے کسی کو سرفراز کرنا یا نہ کرنا) وہ بانٹتے ہیں (یا ہم) اور ہم نے اس دنیوی زندگی میں ان کے درمیان سامان زیست کو خود تقسیم کیا اور ہم نے ہی بعض کو بعض پر مراتب میں بلند کیا (اور کیا وہ اس لئے کیا ہے) کہ ان میں سے بعض ،بعض کا مذاق اڑائیں۔“

ان میں جو امیر ہیں وہ غریبوں کا تمسخر کریں اور ان کی غربت پر ہنسیں۔ عدالت نے لفظ "سخریا" کو مذاق اور تمسخر کے معنی میں لینے پر دلیل مانگی تو پروفیسر صاحب نے قرآن حکیم سے آٹھ دس مقامات سے اسی لفظ کو مذاق کے معنی میں استعمال کرنے کی دلیلیں فراہم کردیں۔ لغوی اور نحوی حوالے سے دلائل دے دیئے اور اصول ترجمہ اور تفسیر کے قواعد وضوابط کو بھی عدالت کے سامنے رکھ کر عدالت کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ عدالت پکار اٹھی کہ یہ بڑا انقلابی ترجمہ ہے اور عین منشاء قرآن کے مطابق ہے۔ عدالت نے اسے بخوشی قبول کیا۔ پوچھنے والوں نے ناقدانہ نگاہ سے عصر حاضر کے مترجمین اور مفسرین کے ہاں سے تائید چاہی اور وہاں موجود تراجم کو دیکھا تو ان میں سے کوئی تائید نہ مل سکی تو عدم تائید کی وجہ سے تسلیم کرنے سے انکاری ہوئے۔ اس پر عدالت نے ان سے استفسار کیا کہ وجہ انکار اگر عربی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی ہے اور لغت سے بعد اور انحراف ہے تو اسے پرکھ لیتے ہیں تاکہ ترجمے کی صحت اور عدم صحت میزان پر تل کر اپنا فیصلہ خود دے دے اور اگر فقط تائید نہ ملنے کی وجہ سے ترجمے کی عدم صحت کا فتویٰ ہے تو یہ بات عدالت کو قطعاً قبول نہیں کیونکہ عدالت کی نظر مترجمین کی ظاہری حیات اور عدم حیات پر نہیں بلکہ اصولوں اور ضابطوں پر ہے۔ اگر اس ترجمہ میں معیار سے انحراف ہے تو عدالت بحث کرسکتی ہے بصورت دیگر عدالت کی نگاہ میں پروفیسر صاحب بھی اسی طرح مستند ومعتبر اور Authority ہیں جیسے کوئی اور مرحوم ومغفور مترجم۔

مخالفانہ اور حاسدانہ زبانیں لاجواب ہوگئیں مگر پروفیسر صاحب نے چاہا ان کے نزدیک تائیدی ترجمے کی اس سب سے بڑی مطلوب دلیل کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔ پروفیسر صاحب نے عدالت سے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) نے ممکن ہے ایسا ترجمہ کیا ہو مگر افسوس عدالت کی لائبریری اعلیٰ حضرتؒ کے ترجمے سے خالی تھی۔ عدالت نے راولپنڈی اور اسلام آباد کی دکانوں سے اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی تلاش شروع کرا دی۔ اللہ اللہ کرکے بڑی مشکل سے ترجمہ ملا۔ صبح پھر پروفیسر صاحب عدالت میں پہنچے تو چیف جسٹس افضل ظلہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا پروفیسر صاحب آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے کیے ہوئے ترجمے کی تائید مل گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔ وہیں سامعین میں سے کوئی اور صاحب اٹھے اور انہوں نے کہا مولائے روم (۶۰۳۔۶۷۲ھ/ ۱۲۰۷۔

۱۲۷۳ء) نے مثنوی شریف میں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

اس استنباطی اور استدلالی قوت نے عدالتوں کے فیصلوں کو تبدیل کرایا، عقول انسانی کو اپنا تائیدی بنایا، قبولت افکار کے لئے ترغیب وتشویق دی، غیروں کو اپنا بنایا، نہ ماننے والوں کو منوایا، یہ ترجمہ کرنے کے پس منظر میں یہ فکر کارفرما تھی کہ اسلام طبقاتی تقسیم کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اسے ختم کرنے کے لئے آیا ہے۔ ہر کسی کو عزت دینے کے لئے آیا ہے۔ کسی کو بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے نہیں آیا اور نہ یہ کہ دولت مند اور اہل ثروت غریبوں کو غلام بنا کر ان کی عزت نفس کا سر عام سودا کرتے پھریں اس لئے کہا کہ اس کا ترجمہ پوری صحت کے ساتھ یہ ہے:

''اور (کیا) ہم نے ان میں سے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم اس لئے دیا ہے (کہ) ان میں سے جو امیر ہیں وہ غریبوں کا مذاق اڑائیں۔''

(نعمانی، ڈاکٹر نعیم انور، معلم عصر، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلیکشنز، ۱۹۹۸ا،ص ۸۹ تا ۹۲)

۲۔ اقسام تفسیر اور ڈاکٹر صاحب کا تفسیری منہاج

قرآن حکیم کا تفسیری منہاج تین اقسام پر مشتمل ہے۔

۱۔تفسیر بالروایہ ۲۔تفسیر بالرائے ۳۔صوفیانہ تفسیر

ڈاکٹر محمد طاہر القادری ان تینوں سلسلہ ہائے تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ '' یہ کہنا کہ فلاں بالکل صحیح اور فلاں بالکل غلط ہے ایک عبث خیال ہے۔ ہر سلسلہ میں علم وفکر و دانش اور معرفت و فراست اور حقائق ونکات کی جلوہ طرازیاں موجود ہیں۔''

(الحسینی، محمد عمر حیات، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری عہد ساز شخصیت، ملتان، پاکستان، ملا امام بوسن ٹرسٹ، ص ۳۳۳)

تفسیر ماثور کے متعلق آپ کی رائے یہ ہے کہ احادیث نبوی ﷺ صحابہؓ اور اقوال تابعینؒ کے تحت تفسیر کرنا بہت عمدہ ہے لیکن احادیث و روایات کے صحیح اور ضعیف کا فرق ضرور ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ دور جاہلیت کی عربی شاعری سے استفادہ ضرور کیا جائے لیکن فہم قرآن کا مدار اس پر قائم نہ کیا جائے اور امت کے مسلّمہ عقائد کی نفی نہ ہونے پائے۔ محض دور جاہلیت کی شاعری پر قرآن حکیم کے نزول کو قیاس کرنا قطعا درست نہیں ہے۔ تفسیر بالروایت کے متعلق ڈاکٹر صاحب کا موقف معقول اور متوازن ہے۔

آپ اسباب نزول اور شان نزول کے تناظر میں قرآنی آیات کے معانی سمجھ کر اس کے نتائج واثرات کو مقید نہیں کرتے بلکہ مطلق رکھتے ہوئے قرآنی ہدایت کو روح انسانی میں اتارتے ہیں۔ آپ اس حقیقت کو واضح

کرتے ہیں کہ قرآن حکیم جلال و جمال کا مجموعہ ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے۔ وہ ایک ضابطہ ہے جس پر چل کر انسان رشد و ہدایت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کے استغراق سے اوامر و نواہی انسان کی اپنی خواہش بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری قرآنی دعوت کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں جیسے وہ ابھی نازل ہو رہی ہو۔ یقین محکم پیدا کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک انسانی روح کی منزل مقصود آرزو، جستجو اور یقین ہے۔ جب تک یقین حاصل نہ ہو عمل کے لئے اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ انسانی زندگی یقین کے بغیر جانکنی کی زندگی ہے۔

تفسیر منہاج القرآن لطائف و اشارات اور رمزی و اشاری تفسیر کا حسین نمونہ ہے۔ آپ کے نزدیک تصوف کی روح شریعت ہے۔ قرآن حکیم کی حقیقت سے آشنا ہونے کے لئے زمخشریؒ (۴۶۵۔۵۳۸ھ)، بیضاویؒ (۷۹۱ھ) اور بغویؒ (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء) کی ورق گردانی کے ساتھ دل دردمند کے مطالعہ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ دل دردمند کے صاحب قرآن ﷺ سے حبی و عشقی تعلق کے نتیجے میں اجتہادی تفسیر کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ بقول اقبالؒ:

؎ تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرآن حکیم کی ہر آیت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ایمان و یقین کے نئے نئے دروازے کھول دیئے ہیں۔ دلوں میں قرآنی آیات کے معانی و مطالب کی بلندی اور روح کو پوری طرح نمایاں کر دیا ہے۔

علماء روایت پسند ہوئے تو اسرائیلیات کے شکار ہوئے اور علماء عقلیت پسند ہوئے تو یونانیوں کے مذہنات کے پابند و اسیر۔ لیکن ڈاکٹر محمد طاہر القادری وہ مفسر قرآن ہیں جو ایک طرف روایات کے ناقد و مبصر ہیں تو دوسری طرف یونانی فلسفے کے نقاد اور ان کے حق و باطل کے واقف کار ہیں۔ آپ کا دل ان سب سے ماوراء حکمت محمدی ﷺ سے ذوق چشیدہ اور آپ کا سینہ معارف نبویؐ کا گنجینہ ہے۔ آپ کی تفسیر تمام تر حکمت و معرفت اور حقیقت و مغز پر مشتمل ہے۔ وہ حکمت نہیں جو یونان کے صنم کدہ سے اچھلی ہو بلکہ وہ جو حجاز کی نہر کوثر سے بہہ کر نکلی ہو، یا جو فطرت انسانی کے ربانی چشموں سے ابلی ہو۔ یہ دیدہ وری داد کے قابل ہے کہ آپ نے وقت کی روح کو پہچانا ہے اور روح عصر کو قرآن حکیم پر پیش کر کے متوازن راہ پیش کی ہے۔

(الحسینی، محمد عمر حیات، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری عہد ساز شخصیت، ملتان، پاکستان، ملا امام بوسن ٹرسٹ، ص ۳۳۵)

❁❁❁❁❁

زکوٰۃ کا فلسفہ، مصارف، مسائل اور اصول و قوانین

فاطمہ تحسین

فلسفہ زکوٰۃ (Philosophy of Zakat)

انسان فطرتاً حرص و ہوس کا پیکر اور مادیت زدہ ہے جو مال و دولت اور جاہ و منصب کو مرغوب رکھتا ہے۔ اولاً ہابیل نے قابیل کا قتل بھی اسی ہوس نفس کی تکمیل کے لئے کیا تھا۔ کثرت مال و دولت انسان کو دنیا میں آنے کا اصل مقصد بھلا دیتی ہے اور انسان اپنے مال پر اس طرح سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے کہ اس میں سے کچھ دوسروں پر خرچ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نظام معاشرت کی طرح نظام معیشت کے بھی بہترین ضابطے عطا فرمائے ہیں۔ اگر ان ضابطوں پر عمل کیا جائے تو معاشی عدل قائم رہتا ہے اور ان کو ترک کر دینے سے ناانصافی جنم لیتی ہے جو متعدد خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔

اس وقت دنیا میں دو قسم کے معاشی نظام رائج ہیں ایک اشتراکیت (Socialism)، دوسرا سرمایہ داریت (Capitalism)۔ اشتراکی نظام معیشت میں تمام اختیارات کا منبع اور سرچشمہ State ہوتی ہے اور عام شہریوں کو ملکیت کے حقوق میسر نہیں ہوتے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ محکوم رہتے ہیں۔ دوسری طرف سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں تمام اختیارات رعایا کے پاس ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ریاست محکوم ہوتی ہے اور شہریوں کی ہر جائز و ناجائز ڈیمانڈز پر عمل کرنے اور قانونی درجہ دینے پر مجبور ہوتی ہے۔ یہ دونوں نظام تباہی و بربادی کی طرف جا رہے ہیں اور عملی طور پر فلاپ ہو چکے ہیں کیونکہ اعتدال اور میانہ روی پر قائم نہیں ہیں جبکہ دین اسلام کا معاشی نظام ریاست کو بھی اختیارات دیتا ہے اور رعایا کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ریاستی سطح پر بیت المال کا تصور دیا ہے تاکہ حکومت عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ان پر مال خرچ کر سکے جبکہ انفرادی سطح پر زکوٰۃ کا نظام لاگو کرتا ہے جس میں ہر صاحب نصاب اپنی رقم کا ایک حصہ غریبوں کے لئے مختص کرتا ہے جس سے دولت گردش میں رہتی ہے اور امیر امیر تر اور غریب غریب تر نہیں ہوتا اور نان شبینہ سے محروم نہیں رہتا۔ اسی طرح اسلام میں انفرادی سطح پر صدقات و خیرات کے

علاوہ وراثت کا نظام قائم ہے جس سے انسان کے مرنے کے بعد اس کی دولت اور جائیداد اس کے ورثاء میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ اسلامی نظام معیشت میں قومی دولت کی حیثیت تمام لوگوں کے لئے ایسے ہی ہے جیسے جسم میں خون کی گردش ہوتی ہے۔ اگر خون جسم کے بعض حصوں کو Supply ہو اور بعض اس سے محروم رہیں تو پھر ناکارہ اور مفلوج ہوکر رہ جائیں گے۔ اسی طرح قومی سرمایہ اگر چند طبقات اور اشرافیہ میں گردش کرتا رہے اور قوم کی اکثریت بنیادی ضروریات سے محروم ہوتو وہ وبال جان بن جائے گا۔ لہذا معاشرے کی بقا اسی میں ہے کہ قومی سرمائے کی مساویانہ تقسیم ہو جس کے ذریعے ہر فرد اس سے مستفید ہو سکے۔

زکوٰۃ کی اہمیت (Importance of Zakat)

دیگر نظام ہائے معیشت اور دین اسلام کے نظام زکوٰۃ میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ انسان کو یہ یاد دلاتی ہے کہ انسان جو دولت کماتا ہے وہ حقیقت میں اس کی ملکیت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے۔ یہ احساس اسے معاشی بے راہ روی سے بچاتا ہے اور اس کے تمام اعمال کو احکام الٰہی کے تابع کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس کے ذریعے نہ صرف وہ اپنے مال کو پاک کرلیتا ہے بلکہ اپنے دل کو بھی دولت کی ہوس سے پاک کرتا ہے۔ جب انسان دولت جیسی نعمت اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اس خرچ شدہ مال کو اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے اور کئی گنا بڑھا کر واپس کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

اسلام کے نظام معیشت کی تشکیل میں زکوٰۃ بنیادی اہمیت کی حامل ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک میں اکثر مقامات پر ادائیگی نماز کے بعد ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں اپنی زندگی میں ان دونوں فرائض کی تعمیل میں کوئی فرق نہیں ہونے دوں گا۔

مصارف زکوٰۃ (Heads of Zakat)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مستحقین اور مصارف (Legitimate heads of Zakat) بھی متعین فرمادیئے ہیں جو سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ کے مطابق آٹھ ہیں۔

۱۔ فقراء (جو تنگ دست ہوں)

۲۔ مساکین (جو بنیادی ضروریات سے محروم ہوں)

۳۔ عاملین (زکوٰۃ کی وصولی پر متعین عملہ کی تنخواہیں)

۴۔ مؤلفۃ القلوب (نومسلموں کی حوصلہ افزائی اور تالیف قلب کیلئے)
۵۔ الرقاب (غلاموں اور ان لوگوں کو آزاد کرانے کیلئے جو قید و بند میں ہوں یا وہ جنگی قیدی جو کفار کے قبضہ میں ہوں کی رہائی کیلئے)
۶۔ الغارمین (ایسے لوگوں کے قرضوں کی ادائیگی جو غریب اور نادار ہوں)
۷۔ فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور تبلیغ دین کی خاطر گھروں سے نکلنے والوں کے لئے)
۸۔ ابن سبیل (غریب مسافروں کے لئے یا وہ مالدار مسافر جو حالت سفر میں کسی وجہ سے مالک نصاب نہ رہے)

مسائل زکوٰۃ (Precepts of Zakat)

زکوٰۃ ان لوگوں پر فرض ہے جن کے پاس ایک خاص مقدار میں سونا، چاندی، روپیہ یا سامان تجارت ہو۔ اس خاص مقدار کو نصاب کہتے ہیں۔ مختلف اشیاء کا نصاب درج ذیل ہے:

۱۔ سونا ساڑھے سات تولے، چاندی ساڑھے باون تولے اور روپیہ پیسہ اور سامان تجارت، سونے چاندی دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر ہو جس پر پورا سال گزر چکا ہو اور وہ صاحب نصاب کی ملکیت میں رہے تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲۔ اونٹ پانچ کی تعداد میں ہوں تو پانچ سے نو تک ایک بکری کی زکوٰۃ ہوگی۔ اسی طرح تعداد دس سے چودہ ہو تو دو بکریاں اور پندرہ سے انیس تک ہوں تو تین بکریاں اور بیس سے چوبیس تک ہوں تو چار بکریاں۔ اسی طرح 25 سے 35 تک ایک اونٹ ایک سالہ 36 سے 45 تک ایک اونٹ 2 سالہ۔ 46 سے 60 تک ایک اونٹ تین سالہ 61 سے 75 تک ایک اونٹ 4 سالہ 76 سے 90 تک دو اونٹ دو سالہ 91 سے 120 تک دو اونٹ تین سالہ۔ اسی طرح 120 کے بعد ہر چالیس اونٹوں پر ایک اونٹ دو سالہ اور ہر پچاس اونٹوں پر ایک اونٹ تین سالہ کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

۳۔ گائے، بیل اور بھینس 30 سے 39 کی تعداد میں ہوں تو ایک دو سالہ بچھڑے کی زکوٰۃ ہوگی۔ 40 سے 59 ہوں تو ایک تین سالہ بچھڑا۔ 60 سے 69 پر دو سالہ دو بچھڑے۔ 70 سے 79 پر ایک بچھڑا تین سالہ اور ایک بچھڑا ایک سالہ۔ 80 سے 89 تک ہوں تو دو بچھڑے تین سالہ۔ 90 سے 99 تک تین بچھڑے دو سالہ۔ اگر تعداد ایک سو ہو تو دو بچھڑے دو سالہ اور ایک بچھڑا تین سالہ کی زکوٰۃ ہوگی۔

۴۔ بکریاں یا بکرے 40 سے 120 تک ہوں تو ان پر ایک بکری یا بکرے کی زکوٰۃ ہوگی۔ اسی طرح 121 سے 200 تک دو بکرے یا بکریاں۔ 201 سے 300 تک تین بکرے اور پھر ہر سو پر ایک بکری یا بکرے کی زکوٰۃ ہوگی۔

۵۔ معدنی تیل کی کل پیداوار پر پانچواں حصہ زکوٰۃ ہوگی جسے خمس کہا جاتا ہے۔

۶۔ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کو عشر کہا جاتا ہے۔ بارانی زمینیں جو بارش اور چشموں کے پانی سے سیراب ہوں ان کی مجموعی پیداوار پر عشر یعنی دسواں حصہ (1/10th) مقرر ہے۔

۷۔ غیر بارانی زمینیں جو کنوؤں اور ٹیوب ویلوں سے سیراب ہوں ان کی پیداوار پر بیسواں (1/20th) حصہ مقرر ہے۔

زکوٰۃ کے اصول وقوانین (Principles and Laws of Zakat)

۱۔ غیر مسلموں، دین اسلام کو چھوڑنے والے مرتدین، ماں باپ، اولاد، بیوی، سادات اور میت کی تجہیز وتکفین پر زکوٰۃ کی رقم خرچ نہیں کی جاسکتی۔

۲۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے لی جائے گی کسی غیر مسلم سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

۳۔ ترجیحاً زکوٰۃ کے مستحق قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جائے اور دور کے رشتہ دار بھی غیروں کے مقابلے میں قابل ترجیح ہیں۔

۴۔ زکوٰۃ دینے والے کو زکوٰۃ لینے والے کے استحقاق کا ممکن حد تک اطمینان حاصل کرنا چاہئے۔

۵۔ زکوٰۃ کی رقم دینا ضروری نہیں بلکہ اس رقم سے ضرورت کی اشیاء بھی خرید کردی جاسکتی ہیں۔ جیسے غریب لڑکی کے لئے جہیز کا بندوبست کرنا یا غریب جوڑوں کی اجتماعی شادیاں کروانا جیسے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اور اس طرح کے دیگر ادارے ہر سال اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

۶۔ زکوٰۃ کے مستحق کو یہ بتانا بھی ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تاکہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ صرف نیت کرلینا کافی ہے۔

۷۔ ایک شہر، ٹاؤن اور بستی میں رہنے والے صاحب نصاب ترجیحاً اسی شہر، ٹاؤن یا بستی میں زکوٰۃ تقسیم کریں لیکن اس میں کوئی مستحق زکوٰۃ نہ ہونے کی صورت میں دوسری جگہ بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

۸۔ ایمرجنسی یعنی ہنگامی صورت حال مثلاً قحط سالی، سیلاب، زلزلہ اور دیگر آسمانی آفات و بلیات کی صورت میں پاکستان کے دیگر شہروں اور صوبوں کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملکوں کو بھی زکوٰۃ بھجوائی جاسکتی ہے۔

۹۔ جہاں اسلامی نظام حکومت قائم ہو وہاں اجتماعی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا لیکن جہاں غیر اسلامی حکومت قائم ہو تو اس صورت میں انفرادی طور پر زکوٰۃ دینے کے علاوہ فلاحی و رفاحی تنظیموں، ویلفیئر سوسائٹیز اور باہمی تعاون کے اداروں کے ذریعے بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ زکوٰۃ صرف اللہ کی رضا کی خاطر عبادت اور فریضہ سمجھتے ہوئے اپنے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کے حق کی ادائیگی کی نیت سے دینی چاہئے۔ اسی لئے کیا خوب کہا گیا کہ

؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر   خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

☆☆☆☆☆

حضرت اویس قرنیؓ سے متعلق حضور اکرم ﷺ کے ارشادات

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں کیونکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا یا آپ کے قریب کا زمانہ پایا ہے جس کے بارے میں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

”میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے پھر جو اس سے ملا ہوا ہے پھر جو اس سے ملا ہوا پھر جو اس سے ملا ہوا ہے“۔

تابعین میں حضرت اویس قرنیؓ کا نام سر فہرست ہے جو کہ عاشق رسول ﷺ ہیں۔ حضرت اویس قرنیؓ قرن کے رہنے والے تھے جو اپنی والدہ کی خدمت پر مامور تھے جس کے باعث آقا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکے لیکن باطنی طور پر ہر وقت آقا علیہ السلام کی حضوری میں رہا کرتے تھے اور محبت کا یہ عالم تھا کہ حضور ﷺ کو دیکھا نہیں مگر محبوب کے انداز، گفتار و کردار اور پسند و ناپسند سے کلیتاً آشنا تھے۔ حضور ﷺ تو بدرجہ اولیٰ اپنے عاشقوں کا حال جانتے ہیں کہ کس نے مجھے یاد کیا ہے، میرے عاشق کا نام کیا ہے اور وہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ ایک روز آقا علیہ السلام نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا کہ میرا ایک عاشق ہے جو قرن میں رہتا ہے اس کی ہتھیلی پر برص کا نشان ہے۔ اے عمرؓ اور علیؓ تم اس کو ملو گے جب ملو تو میرا سلام کہنا اور میری امت کے لئے دعا کروانا۔

عاشق لوگوں کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں محبت ایک ایسی چیز ہے جو دل سے پھوٹتی ہے اور سارے جسم پر چھا جاتی ہے۔ اگر محبوب کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچے تو برداشت نہیں کرتے۔ ان کی خواہش ہوتی ہے جو تکلیف محبوب کو پہنچی ہے وہ بھی اسی تکلیف میں مبتلا ہوجائے۔ جب غزوہ احد میں حضور نبی اکرم ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوگیا تو حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے سارے دانت شہید کرلئے کہ پتہ نہیں میرے محبوب کا کون سا دانت شہید ہوگیا ہے۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے سارے دانت شہید کرلئے تو کچھ کھا نہیں سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے کیلے کے درخت کو پیدا کیا تا کہ اویسؓ اس کو کھاسکیں۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ جو اللہ کے محبوب حضرت محمد ﷺ سے پیار کرتا ہے، اللہ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس

بندے کا مقام و مرتبہ بلند ہوجاتا ہے۔ اللہ اس بندے کی ضروریات کا خیال بھی رکھتا ہے لہذا جو حضور نبی اکرم ﷺ کے عاشق ہوجاتے ہیں وہ بے نظیر ہوجاتے ہیں۔

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں — آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

حضرت اویس قرنیؓ بہت بڑے عاشق رسول تھے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ کیا والدہ کی خدمت حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر ہے؟ جبکہ حدیث مبارکہ میں ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک تم وہ اپنی جان، مال، اولاد، والدین حتی کہ تمام انسانوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے غلام کو طلب نہیں کیا۔ اگر آپ ﷺ طلب فرماتے تو ضرور حاضر خدمت ہوتے کیونکہ آقا علیہ السلام نے آپ کو طلب نہیں کیا اس لئے اپنی والدہ ہی کی خدمت میں مشغول رہے۔

حضرت اویس قرنیؓ نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی لیکن اللہ کی معرفت اور حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت سے ایسا فیض ملا کہ دین و دنیا کے علم کے خزانے سے ان کا دامن بھر گیا۔

شیخ فریدالدین عطارؒ اپنی کتاب تذکرہ الاولیاء میں تحریر کرتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شناخت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گناہگاروں کو بخش دیا جائے گا''۔ ربیعہ اور حضر ایسے قبیلے تھے جو کثرت سے بھیڑیں پالتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا ایک بندہ ہے''۔ پھر صحابہ کرامؓ کے اصرار پر فرمایا: ''وہ اویس قرنیؓ ہیں''۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اویس قرنیؓ ہیں''۔

فرمان نبوی ﷺ اور تابعی ابن حبان کے مطابق حضرت اویس قرنیؓ کا حلیہ مبارک یہ تھا۔

☆ رنگ گندم گوں
☆ دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ
☆ آنکھیں نیلگوں مگر سرگیں
☆ قد درمیانہ
☆ ٹھوڑی سینہ سے لگی ہوئی
☆ نظر نیچی سجدہ گاہ پر جمی ہوئی
☆ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے
☆ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے روتے
☆ لباس دو کپڑے ایک ریشمی پاجامہ ایک ریشمی ردا

☆ دنیا میں گم ☆ آسمان پر مشہور

☆ قسم کھائے تو اللہ اس کو سچ کردے ☆ بائیں کندھے کے نیچے برص کا سفید نشان

حضرت اویس قرنیؒ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ آقا علیہ السلام کی ذات سے ایسی محبت ہو کہ محبوب بھی کہے کہ میرے اویسؓ سے ملنے جانا تو میرا سلام کہنا اور میری امت کے لئے دعا کروانا۔ خود ان کا حلیہ بیان کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں جنت میں سوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اویس قرنیؒ ہیں جو ستر سال کے بعد سویا ہے۔ ☆☆☆☆☆☆

سوشل میڈیا کے لیے اقدامات

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ پوری دنیا اپنے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا کا زیادہ سے زیادہ استعمال کررہی ہے۔ یہاں تک کہ ٹی وی چینلز بھی اپنے ہر پروگرام کے علیحدہ Facebook اور Twitter اکاؤنٹ بنا رکھے ہیں جن کی ٹی وی پر 24 گھنٹے تشہیر جاری رہتی ہے۔

مرکزی جانب سے حضور شیخ الاسلام کے Facebook اور Twitter کے آفیشل اکاؤنٹس (TahirulQadri) کے نام سے کام کررہے ہیں۔ انٹرنیٹ کی سہولت رکھنے والے احباب ان اکاؤنٹس پر بھرپور توجہ دیں اور فارغ اوقات میں روزانہ کی بنیاد پر انہیں وقت دیں۔ ایسے احباب جن کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں وہ بھی اپنے موبائل پر ٹیوٹر کے ذریعے اپ ڈیٹس حاصل کرسکتے ہیں۔

موبائل پر اپ ڈیٹس حاصل کرنے کیلئے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے متعلقہ تازہ ترین

☆ انگلش اپ ڈیٹس کیلئے Follow TahirulQadri اور

☆ اردو اپ ڈیٹس کیلئے Follow TahirulQadriUR

لکھ کر 40404 پر SMS بھیجیں

Twitter

twitter.com/TahirulQadri to Follow, Retweet & Reply

Facebook

facebook.com/TahirulQadri to Like, Share & Comment

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

جشن آزادی کے موقع پر خصوصی تحریر

فریال احمد

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے
بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا
نوع نبی کا آکر پڑا جہاں سفینہ
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینہ
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے (اقبالؒ)

قارئین محترم! علامہ محمد اقبالؒ نے جس خطہ زمین کی طرف اپنے ان اشعار میں اشارہ فرمایا ہے یہ آپ کا اور میرا وطن پاکستان ہے۔ ہمارا وطن پاکستان، جہاں ہم پیدا ہوئے، جہاں ہم رہتے ہیں، جہاں کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں کی مٹی عظیم ہے۔ جہاں کے لوگ عظیم ہیں۔ جہاں کا آسمان خوبصورت ہے۔ جہاں چاند اور بھی زیادہ روشن ہے۔ جہاں کی فضا پیاری ہے۔ جہاں کی ہوا دلاری ہے۔ جہاں دریا لہریں مارتے ہیں۔ جہاں کھیت لہلہاتے ہیں۔ جہاں پیار کے پھول کھلتے ہیں اور محبت کے گیت گاتے ہیں۔

پاکستان دنیا کا عظیم اسلامی ملک۔ ایک نظریاتی ملک۔ یہ اقلیتوں کا ملک۔ یہ مسلمانوں کا ملک۔ یہ مزدوروں اور کسانوں کا ملک۔ یہ ڈاکٹروں اور انجینئروں کا ملک جس کی پہچان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سبز اور سفید پرچم جس کا نشان، آزاد لوگوں کا آزاد ملک۔ آزادی کے لئے لڑنے والوں کا ملک۔ آزادی کا ساتھ دینے والوں کا ملک۔ غیور لوگوں کا وطن۔ یہ ماؤں بہنوں کا ملک۔ بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کا ملک۔ یہ تیرا وطن یہ میرا وطن۔ اس وطن نے زندگی کا احساس دیا اور یہ پیغام دیا کہ غلامی موت ہے اور آزادی عزت و وقار ہے۔ یہ میری عزت یہ تیری عزت۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور کشمیر سب اس کے ماتھے کے جھومر۔ میری عقیدت مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں اس کے ماتھے کا بوسہ لوں۔ اس کے سبز ہلالی پرچم کو ہاتھ میں اٹھا کر سیلیوٹ

کروں۔ میں اس کے کانٹوں کو بھی پھول سمجھتی ہوں کیونکہ

کسی گل چیں کو کیا معلوم کہ کتنی قیمتی شے تھی لہو جو صرفِ تزئینِ گلستان کردیا ہم نے!

لیکن قارئین محترم! آگے کچھ کہتے ہوئے میرے ہونٹوں سے آہ نکل رہی ہے۔ میرے ہاتھ کپکپا رہے ہیں کہ اس کے خوبصورت چہرے کو سیاہ کیا جارہا ہے۔ اس کے لوگوں کی پریشانیوں میں اضافہ کیا جارہا ہے۔ اس کے جسم کو فرقہ واریت اور دہشت گردی کے نیزوں سے چھلنی کیا جارہا ہے۔ ہمارے دکھوں کو جس اپنے دامن میں سمیٹا۔ اسی دامن نفرت، خودکش حملوں اور ڈرون حملوں سے اڑایا جارہا ہے۔ کتنے کم ظرف ہیں ہم کہ کسی کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر خودکش بمبار، انتہا پسند اور دہشت گرد کہلا رہے ہیں۔ دہشت گردی کا شکار ہوکر میرے وطن کے ہر گلی کوچہ میں صف ماتم بچھ گئی ہے۔اس کی سڑکوں، وادیوں، پہاڑوں پر اس کے بیٹوں کا لہو بہہ رہا ہے۔ ہر طرف وحشت ناچ رہی ہے۔ راکھ ہے، گولہ ہے، بارود ہے، مہنگائی ہے، لوڈشیڈنگ ہے اور بھوک سے بلکتے لوگ ایک دوسرے کا ہی گلا کاٹ رہے ہیں جبکہ اسلام میں دہشت گردی جرم ہے، حرام ہے، جس نے وطن عزیز کی سالمیت اور بقا کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔

اسلام امن و سلامتی اور تحفظ کا دین ہے لیکن یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ مسلسل ظلم و تشدد، باہمی فسادات، فرقہ واریت، مہنگائی اور لوڈشیڈنگ جس کا آج ہر پاکستانی شکار اور دو چار ہے۔ اس سے اس کا عقیدہ کمزور ہوگیا ہے۔ آج پاکستان کی جو حالت ہے اس ساری صورت حال پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو ظلم و تشدد، بدعنوانی اور تصادم کی طرف جان بوجھ کر دھکیلا جارہا ہے۔ اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید جو کہ آسمانی صحیفہ ہے۔ جو لوگوں کو صراط مستقیم دکھانے کے لئے نازل ہوا۔ اس کی اخلاقی اقدار کو عام کیا جائے۔ اس خدمت کو نہایت موثر طریقے سے تیزی کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا جائے۔ عزیز ہم وطنو! اگر ایسا نہ کیا گیا تو بہت دیر ہوجائے گی اور دیر ہو بھی چکی ہے۔ مگر پھر بھی دیر آید درست آید کے مصداق معاشرے میں پیدا ہونے والے ضمیر فروشوں، وطن فروشوں اور اپنی صفوں میں چھپے میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں سے نپٹا جاسکتا ہے۔

قارئین محترم! اس وقت دہشت گردی اور امن و امان کی خراب صورت حال اس دور حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جس نے زندگی کا امن وسکون چھین لیا ہے۔ جس نے سیکورٹی فورسز کے اداروں کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔ دہشت گردوں کے اہداف معصوم شہری ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کا کوئی اخلاقی جواز پیش نہیں

کیا جاتا۔ جبکہ ہمارا دین ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جب مسلمان اپنے دفاع کے لئے جنگ پر مجبور کردیئے جاتے ہیں تو وہ ہمیشہ اسلامی جنگی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے لڑتے ہیں۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ جنگ میں مارے جانے والے دشمنوں کی لاشوں کو مسخ نہیں کرتے۔ ان کے جسم کے اعضاء نہیں کاٹتے تاریخ شاہد ہے اور مغربی دنیا نے اسے تسلیم بھی کیا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں مسلمان اور عیسائی شیروشکر ہوکر دنیا میں زندگی گزارتے تھے۔ کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اخلاق حسنہ اپنانے کا حکم دیا ہے۔ قرآن پاک ہر مسلمان پر لازم کرتا ہے کہ وہ برائی کو پھیلنے سے روکے اور برائی میں ہر قسم کا انتشار شامل ہے جو امن وسلامتی اور تحفظ وسکون کو برباد کردیتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں ارشاد مبارک ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند فرماتا ہے''۔

اسی طرح سورہ الشوریٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یہ راستہ صرف ان لوگوں کا ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے''۔

پھر اسی طرح سورہ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین پر فساد مچانے والا ہو قتل کرڈالے تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کردیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کردیا''۔

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ کسی ایک انسان کو قتل کردینا پوری انسانیت کو قتل کردینے کے مترادف ہے، کجا بے گناہ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنا تو بہت ہی بڑا جرم ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ قیامت کے روز زمین پر فساد مچانے والوں کو کیا سزا دی جائے گی؟

قارئین محترم! پاکستان کا قیام محض اتفاقی امر نہ تھا سب سے پہلے تو یہ مشیت ایزدی تھی اور دوسرے اس کی بنیادوں میں مسلمانان برصغیر کی صدیوں پر محیط اقدار و روایات اور قائدین ملت کے ولولہ انگیز افکار و نظریات کارفرما تھے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی محنت کا نتیجہ تھا جس کا خواب عظیم فلسفی ومفکر علامہ محمد اقبالؒ نے دیکھا اور اس خواب کی تعبیر کو بابائے قوم محمد علی جناحؒ نے اپنی بے مثال جدوجہد اور قائدانہ بصیرت وصلاحیت کے بل بوتے پر سچ کر دکھایا۔ آج اس عظیم مملکت کے خدوخال دھندلا چکے ہیں۔ آج اس کی خوبصورتی کو بدصورتی میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ کوئی پاکستانی سکون سے نہیں ہے۔ کوئی محبّ وطن اس صورت حال کو برداشت نہیں کرسکتا۔

اے وطن یہ تیرا اترا ہوا چہرہ کیوں ہے؟ — غرفہ و بام شبستان میں اندھیرا کیوں ہے؟

درد پلکوں سے لہو بن کے چھلکتا کیوں ہے؟ — ایک ایک سانس پہ تنقید کا پہرہ کیوں ہے؟

کسی شقی کے طمانچے تیرے رخسار پہ ہے — اے وطن یہ تیرا اترا ہوا چہرہ کیوں ہے؟

اللہ رب العزت نے ہر دور میں اس ملت کو کسی نہ کسی مسیحا سے نوازا ہے۔ آج بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے جہالت وتعصب اور غیر ذمہ داری کی پٹی اتار دیں اور تلاش کریں پھر سے کسی ایسے مسیحا کی جو اس وطن عزیز پاکستان میں پھر سے وہ نئی روح پھونکے کہ اس کے تن مردہ میں نئی جان ڈال دے۔ جو ایک وقت میں دنیا و آخرت کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونا جانتا ہو تو دوسری طرف عہد حاضر کے تقاضوں کو بھی سمجھتا ہو۔ جس کا کردار ایک سچے مومن کا کردار ہو۔ جس کے افکار مردہ دلوں میں ولولہ پیدا کردیں۔ جو ہماری بکھری ہوئی قوت کو یکجا کردے۔ ہم سب پاکستانیوں کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنا ہونگی۔ ہم اگر انجینئر ہیں تو ہمیں اس کی ترقی کے منصوبے بنانا ہوں گے اور پورے کرنا ہوں گے۔ ہم اگر اساتذہ ہیں تو ہمیں تعمیر ملت کرنا ہوگی اور قوم کا قرض ادا کرنا ہوگا۔ ہم اگر ڈاکٹرز ہیں تو کوشش کرنا ہوگی کہ یہاں کوئی مریض نہ رہے اور کوئی مرض نہ رہے۔ ہم اگر سیاستدان ہیں تو محبّ وطن بن کر اسکی باگ ڈور سنبھالنا ہوگی۔ ہم اگر اہل اقتدار ہیں تو اس کی ترقی وخوشحالی کے لئے سوچنا ہوگا۔ ہم اگر سپاہی ہیں تو بہادر بن کر اس کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع کرنا ہوگا۔ تب جا کر تعمیر ملک وملت ہوگی۔

؎ خدا کرے کہ میری ارض پاک پر اترے — وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو

یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے صدیوں — یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

یہاں جو سبزہ اگے وہ ہمیشہ سبز رہے — اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو

خدا کرے کہ نہ خم ہو سرِ وقارِ وطن — اور اس کے حسن کو تشویش مہ وسال نہ ہو

ہر ایک فرد ہو تہذیب وفن کا اوج کمال — کوئی ملال نہ ہو، کوئی خستہ حال نہ ہو

خدا کرے کہ میرے ایک بھی ہم وطن کے لئے — حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو

یہ سب تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب ہم

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا . (آل عمران:۱۰۳)

’’اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو‘‘۔

کی تصویر بن جائیں گے۔ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ اسلامی وحدت کو تھامو اور ایک متحدہ پلیٹ فارم پر آجاؤ، جہاں سب ایک ہوتے ہیں۔ کسی کو کسی بھی حوالے سے الگ یا ممتاز نہیں ہونا چاہئے اور یہ وحدت ہمیں ہمارا دین دیتا ہے جس کی وجہ سے اہل اسلام کو دنیا میں عزت و توقیر ملی ہے۔

قارئین محترم! اس وقت مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ وقت کی گھڑیاں برق رفتاری کے ساتھ گزرتی جارہی ہیں اور ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے کی بجائے ایک دوسرے سے محبت کریں، غلط فہمیاں ختم کرکے پیار و محبت کے راستے چنیں۔ دشمن نے ہمیں دیوار سے لگا رکھا ہے۔ ظلمت کے ڈیرے ہیں۔ امت مسلمہ پہ خوف طاری ہے۔ عزت، قومی وقار اور شان و شوکت سے ہم محروم ہو چکے ہیں۔ من حیث القوم زیور تعلیم سے محرومی ہمیں دین سے دور لے جارہی ہے۔

؎ فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں ۔۔۔ موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

لہذا اگر ہم اپنے دل میں امت کا درد محسوس کرتے ہیں، ملک میں تبدیلی چاہتے ہیں، مسلمانوں کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کرنا چاہتے ہیں، آئندہ نوجوان نسل کے شعور کو بیدار کرنا چاہتے ہیں، اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو محفوظ پاکستان دینا چاہتے ہیں اور پاکستان سے مہنگائی، بیروزگاری، لوڈشیڈنگ، کرپشن، رشوت جیسی لعنت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا دین، ایمان اور جان و مال محفوظ ہو تو شکوہ ظلمت شب کی بجائے اپنے حصے کی شمع جلاتے ہوئے اور وطن کے ساتھ وفا کو نبھاتے ہوئے آیئے اجتماعیت کا حصہ بن جائیں۔ اگر کوئی قوم جزوی بگاڑ کا شکار ہوجائے تو قیادت میں اتنی اہلیت ہونی چاہئے کہ وہ اس بگاڑ کو دور کرسکے۔ ملک و قوم کو زوال کی گہرائیوں سے نکالنا ہی ایک جرات مند قیادت کا فرض ہوتا ہے۔ قوم کو قومی سطح پر ایک بہت بڑی تبدیلی اور ایک ہمہ جہت انقلاب کی ضرورت ہے جس کے لئے نظر ایک ایسی شخصیت پر جاتی ہے جس میں سب خوبیاں بدرجہ اتم موجود نظر آتی ہیں اور وہ شخصیت ہیں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جو عظیم قائد اور تاریخ ساز ہستی ہیں۔

ان میں بیک وقت وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو ایک قیادت کے اندر ہونا لازمی ہیں۔ جس کا نظارہ ہم 23 دسمبر 2012ء اور پھر 14 سے 17 جنوری 2013ء کو کرچکے ہیں۔

☆☆☆☆☆

آیئے قرآن سیکھیں

حافظ محمد سعید رضا بغدادی

عرفان القرآن کورس

درس نمبر 57 آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۶ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا ط

متن	وَ	إِذْ	جَعَلْنَا	الْبَيْتَ	مَثَابَةً	لِلنَّاسِ	وَ	أَمْنًا
لفظی ترجمہ	اور	جب	ہم نے بنایا	گھر	رجوع کا مرکز	لوگوں کیلئے	اور	جائے امن
عرفان القرآن	اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کیلئے رجوع کا مرکز اور جائے امن بنا دیا							

وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَا

متن	وَ	اتَّخِذُوْا	مِنْ	مَّقَامِ	إِبْرَاهِيْمَ	مُصَلًّى	وَ	عَهِدْنَا
لفظی ترجمہ	اور	بنا لو	سے	مقام	ابراہیم	نماز کی جگہ	اور	ہم نے تاکید فرمائی
عرفان القرآن	اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنا لو۔ اور ہم نے تاکید فرمائی							

إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ

متن	إِلٰى	إِبْرَاهِيْمَ	وَ	إِسْمَاعِيْلَ	اَنْ	طَهِّرَا	بَيْتِيَ	لِلطَّآئِفِيْنَ	وَ	الْعَاكِفِيْنَ
لفظی ترجمہ	طرف	ابراہیم	اور	اسماعیل کی	کہ	پاک صاف رکھو	میرا گھر	طواف کرنیوالوں	اور	رکوع کرنیوالوں
عرفان القرآن	ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کیلئے پاک کر دو									

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ O وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

متن	وَ	الرُّكَّعِ	السُّجُوْدِ	وَ	إِذْ	قَالَ	إِبْرَاهِيْمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا
لفظی ترجمہ	اور	رکوع	سجود	اور	جب	عرض کیا	ابراہیم نے	اے میرے رب	بنادے	اسے
عرفان القرآن	اور رکوع وسجود کرنیوالوں کیلئے۔ اور جب ابراہیم نے عرض کیا۔ اے میرے رب! اسے بنادے									

بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

متن	بَلَدًا	اٰمِنًا	وَّ	ارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ	الثَّمَرَاتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ
لفظی ترجمہ	شہر	امن والا	اور	رزق عطا فرما	اسکے باشندوں کو	میں	پھلوں	جو	ایمان لائے	ان میں سے
عرفان القرآن	امن والا شہر اور اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے نواز ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے									

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

متن	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	قَالَ	وَ	مَنْ	كَفَرَ	فَاُمَتِّعُهٗ
لفظی ترجمہ	اللہ پر	اور	یوم	آخرت پر	اللہ نے فرمایا	اور	جوکوئی	کفرکریگا	پس اسکو فائدہ پہنچاؤنگا
عرفان القرآن	اللہ پر اور یوم آخرت پر (اللہ نے) فرمایا اور جوکوئی کفر کرے گا اس کو فائدہ پہنچاؤں گا								

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ O

متن	قَلِيْلًا	ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗ	اِلٰى	عَذَابِ	النَّارِ	وَ	بِئْسَ	الْمَصِيْرُ
لفظی ترجمہ	تھوڑا سا	پھر	مجبور کردونگا اسکو	طرف	عذاب	دوزخ	اور	وہ بری ہے	رہنے کی جگہ
عرفان القرآن	تھوڑی مدت (کیلئے) پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے								

تفسیر

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ...... الخ

شان نزول: آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ ''هٰذَا مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ'' (یہ مقام ابراہیم ہے) حضرت عمرؓ نے عرض کیا اَفَلَا نَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى (ہم اسے کیوں نہ جائے نماز بنالیں) چنانچہ شام نہیں ہونے پائی کہ یہ آیت نازل ہوگئی جس سے حضرت عمرؓ کی اصابت رائے کی تائید ہوئی۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مقام ابراہیم پر دوگانہ ادا کر کے فرمایا ''اِتَّخِذُوْا مَقَامَ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى'' یہاں استحبابی حکم مراد ہے وجوبی حکم نہیں ہے یعنی دوگانہ نماز اگرچہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، لیکن خاص مقام ابراہیم پر واجب نہیں ہے۔ مسجد حرام میں جہاں چاہے ادا کرے۔ البتہ مقام ابراہیم زیادہ افضل ہے۔

مقام ابراہیم علیہ السلام

یہ جنتی پتھر تھا جس کی خاصیت یہ تھی کہ تعمیر کے وقت بلندی کے مطابق بلند ہو جاتا اور پیڑ کا کام دیتا اور پھر اترنے کے وقت پست ہو جاتا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان اس میں پیوست ہو گئے تھے، یہ پتھر باب کعبہ اور ملتزم سے متصل تھا،لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں سیلاب میں بہہ جانیکی وجہ سے دوبارہ اس کومضبوطی کے ساتھ بیت اللہ سے ذرا فاصلہ پر قدیم باب السلام اور ممبر حرم وزمزم کے درمیان نصب کروایا اور بعض کی رائے ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو دوبارہ نصب کرایا تھا۔ دوگانہ نماز حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک پڑھنا واجب ہے اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ (تفسیر جلالین)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ ...... الخ

۱۔ کعبۃ اللہ عوام وخواص کا مرجع ہے۔ ۲۔ کعبۃ اللہ اہل ایمان کے لیے مرکز امن ہے۔
۳۔ مقام ابراہیم کومصلی بنایا جائے۔

مقام ابراہیم کو اس قدر عظمت کیوں ملی؟

یہ ایک اہم سوال ہے جس کا جواب یہ ہے کہ یہی وہ پتھر ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر فرمایا تھا اور جب تعمیر فرما چکے تو اسی مقام پر باری تعالیٰ کی جناب میں آپ نے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی اپنی نسل میں ولادت کی دعا کی جس کا ذکر آگے آیت ۱۲۹ میں آ رہا ہے۔چنانچہ باری تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی ہی اولاد میں (بنی اسماعیل) سے حضور ﷺ متولد ہوئے جب کہ پہلے تمام انبیاء بنی اسرائیل سے چلے آ رہے تھے پھر حضور ﷺ نے دوبارہ کعبہ کو قیامت تک کے لیے آباد فرمایا۔سو ''مقام ابراہیم'' کی نسبت فقط تعمیر کعبہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے قدموں سے نہ تھی بلکہ حضور ﷺ کی ولادت وبعثت کی دعا سے بھی تھی۔

حضور ﷺ نے اپنی ولادت کے ضمن میں اسی دعا کا ذکر بھی فرمایا ہے۔سو مقام ابراہیمی کو اس اعتبار سے نسبت ابراہیم سے بھی بڑھ کر نسبت محمدی ﷺ میسر ہے جس کے باعث اس کو ''مصلی'' بنانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ورنہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں تو اور بھی کئی پتھروں پر لگے ہوں گے اس لیے نہ صرف یہ پتھر ہی محفوظ رہا بلکہ اس پر آپ کے قدم بھی محفوظ رکھے گئے تاکہ دعا کی نشانی برقرار رہے۔ (تفسیر منہاج القرآن)

حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: امیری کثرتِ مال سے نہیں ہوتی بلکہ اصل امیری دل کا غنی (اور امیر) ہونا ہے۔'' ☆☆☆☆☆

اَلْکَرِیْمُ ......بہت کرم کرنے والا

وظیفہ برائے درستگی اخلاق و صفات: یَا کَرِیْمُ

فوائد و تاثیرات

یہ وظیفہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں اور مخلوق میں مکرّم و معزّز ہو جاتا ہے۔ اس کے ورد سے اللہ تعالیٰ بندے کے اخلاق کو سنوار کر اس کے اندر کرم، وفا اور عفو جیسی صفات ودیعت کرتا ہے۔ یہ اسم کسی کے نام کا حصہ ہو تو اس کے اندر سخاوت آجاتی ہے اور اس کے اسباب و احوال میں اس کی برکت ظاہر ہوتی ہے۔

عام معمول

اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

وظائف برائے محبت مابین زوجین

پہلا وظیفہ: یَا وَدُوْدُ

اس وظیفہ کی برکت سے میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ان میں محبت و مودت پیدا ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی آفت و مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کی برکت سے ان شاء اللہ مصیبت و پریشانی سے بھی نجات مل جائے گی۔

- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔
- اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔

بھائی، بہنوں اور اہل خاندان کے درمیان ناچاقی بھی اس سے ان شاء اللہ ختم ہو جائے گی۔

دوسرا وظیفہ: یا مَانِعُ

اگر میاں بیوی کے درمیان ناراضگی اور جھگڑا ہو جائے تو نماز عشاء کے بعد سونے سے قبل اس وظیفہ سے ان کے درمیان محبت و مؤدت پیدا ہوگی۔

- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔
- اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔

☆☆☆☆

گلدستہ

مرتبہ: ملکہ صبا

اقوال زریں

☆ تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے تو صرف ان لوگوں کی وجہ سے جو تم میں کمزور ہیں۔ (ارشاد نبوی ﷺ)

☆ انسان گناہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں نہیں جاتا بلکہ گناہ پر مطمئن رہنے اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

☆ مخلوقات اور غیراللہ سے صرف وہ لوگ سوال کرتے ہیں جن کا یقین و ایمان ضعیف ہے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

☆ انسان کی عظمت پرکھنے کا آخری پیمانہ یہ ہے کہ اس کا سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیسا ہے جو اسے کچھ دے نہیں سکتے۔ (امام غزالیؒ)

☆ پھولوں کا گلدستہ کس کام کا ہے میرے گلستاں سے ایک ورق لے لے۔ (شیخ سعدیؒ)

☆ خدا ہر طائر کو رزق دیتا ہے مگر اس کے گھونسلے میں نہیں ڈالتا۔ (افلاطون)

عارفانہ کلام

خود ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل
عذاب دانش حاضر سے باخبر رہوں میں
کہ میں آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل
فریب خوردہ منزل ہے کارواں ورنہ
زیادہ راحت منزل سے ہے نشاط رحیل
نظر نہیں تو میرے حلقہ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثال تیغ اصیل
اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو
ترے لئے ہے مرا شعلہ نوا، قندیل
غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسماعیل
(علامہ اقبالؒ)

بادام کے شامی کباب

اشیاء

بکرے کا قیمہ 1 کلو
چنا دال 40 گرام 2 کھانے کے چمچ
سرخ مرچ (ثابت) 5 عدد
بڑی الائچی 5 عدد تیز پتہ 5 عدد
دار چینی 5 عدد لونگ 10 عدد
پانی 2 لیٹر 10 کپ انڈے 3 عدد
نمک 10 گرام 2 چائے کے چمچ
بادام (تلے ہوئے) 60 گرام 1/4 کپ
تلنے کیلئے تیل وغیرہ حسب ضرورت

ترکیب

قیمہ، دال، سرخ مرچ، ہری مرچیں اور باقی

تمام مصالحہ جات کے ہمراہ ابال لیں پھر ثابت مصالحوں کو قیمے سے علیحدہ کرلیں پھر اس آمیزے میں انڈے اور نمک ڈال کر اچھی طرح گوندھ لیں اور اس پر بادام چھڑک کر اچھی طرح یکجا کرلیں پھر اس آمیزے کو ایک جیسی جسامت کے کبابوں کی شکل دے دیں پھر انہیں کڑاہی میں چاروں اطراف سے اچھی طرح تل لیں حتی کہ یہ خستہ ہوجائیں۔ فالتو تیل علیحدہ کرلیں اور گرم گرم پیش کریں۔

افراد4: تیاری کا دورانیہ 1 گھنٹے، پکانے کا دورانیہ 20 منٹ

آم کے فوائد

آم ایک نہایت خوش ذائقہ پھل ہے۔ یہ پھل تقریباً تمام لوگوں کو ہی پسند ہوتا ہے اور جب کھانے بیٹھتے ہیں تو ایک دو نہیں بلکہ تقریباً پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ یہ واحد پھل ہے جسے کھا کر کبھی سیری نہیں ہوتی چنانچہ اس کی خاصیت کی بناء پر اس کو تمام پھلوں کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔ آم موسم گرما میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا سائنسی نام Magifera indica ہے۔ اس لذیذ پھل کے بے شمار فوائد ہیں۔ اس میں وٹامن اے، بی اور سی پایا جاتا ہے۔ اس میں کیلشیم پروٹین اور بہت سے حرارے پائے جاتے ہیں۔ اس کے چند ایک فوائد درج ذیل ہیں:

☆ یہ آپکے نظام انہضام کو درست اور فعال رکھتا ہے جن لوگوں کو تیزابیت رہتی ہے یا بدہضمی کی شکایت رہتی ہے ان کے لئے بے حد فائدہ مند ہے۔ اس میں موجود بائیو ایکٹو جیسے Esters B اور Tespens ہاضمہ کو درست کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

☆ جن بچوں اور بڑوں کو پڑھائی کے دوران یاد کرنے میں اور توجہ کرنے میں دقت محسوس ہوتی ہے آم کے استعمال سے ان کو چیزوں کو یاد کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ آم کے اندر Gultain Acid موجود ہوتا ہے جو یادداشت کو تیز کرتا ہے۔

☆ آم کے استعمال سے کولیسٹرول کی مقدار کم ہوتی ہے کیونکہ اس میں وٹامن سی اور Pextin خاص طور سے کولیسٹرول کو کم کرتی ہے۔

☆ چہرے پر موجود کیل مہاسوں کے لئے بھی بے حد مجرب ہے۔ اس کے باریک کاشے کاٹ کر اس کو چہرے پر 10 تا 15 منٹوں کے لئے رکھیں اور اس کے بعد ہلکے سے گرم پانی سے منہ دھولیں۔

☆ آم میں آئرن کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے وہ لوگ جن میں خون کی کمی واقع ہوجاتی ہے انہیں کھانے کے ساتھ آم کا استعمال کرنا چاہئے۔ 50 سال سے زائد عمر کی خواتین کو اس کا استعمال زیادہ کرنا چاہئے۔

☆ آم حمل کے دوران بھی کثرت سے بے خوف وخطر استعمال کرنا چاہئے۔

☆ اس سے گرتی نظر بھی بحال ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ذیابیطس کے مریض کے لئے بھی آم نقصان دہ نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے کیونکہ یہ بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت بڑھاتا ہے۔ نہ صرف آم بلکہ اس کے پتے بھی اس بیماری میں بہت فائدہ مند ہیں۔ رات کو سونے سے پہلے 10 سے 15 آم کے پتے لیں اور ان کو گرم پانی میں ڈال کر تھوڑا سا نچوڑیں۔ اگلی صبح کو پانی نتھار کر پی لیں اور اس کو باقاعدگی سے استعمال کیا جائے تو اس سے دل اور کینسر کے عارضوں کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہوجاتی ہے۔☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

تنظیمی و تربیتی ورکشاپ ۔ ضلع سرگودھا

مورخہ 30 جولائی MWL سرگودھا سٹی نے تنظیمی و تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ جس میں سرگودھا شرقی و سٹی شاہ پور اور بھلوال کی تحصیلات کے کارکنان نے بھرپور شرکت کی۔ ورکشاپ کا آغاز تلاوت قرآن سے کرنے کے بعد درود شریف کا ورد کیا گیا۔ بعد ازاں محترمہ سعدیہ دانش نے خدمت دین کے تقاضے اور اہمیت پر لیکچر دیا۔ محترم علامہ رانا ادریس (مرکزی نائب ناظم اعلیٰ) نے دعوت کا طریقہ کار، اہداف اور موثر دعوتی ذرائع پر پرمغز لیکچر دیا۔

بعد ازاں محترمہ ساجدہ صادق مرکزی نائب ناظمہ نے تحریک کے اہداف، قائد کا تعارف، MWL کے مقاصد، تنظیم کی اہمیت، تنظیمی نظم و ضبط اور کارکنان کی ذمہ داریوں اور MWL کے پراجیکٹس پر بھرپور گفتگو کی۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست میں کارکنان نے اپنی فکری واضحیت کے لئے چند سوالات کئے۔ ورکشاپ کا اختتام محترمہ قمر ندیم کی دعا پر ہوا۔

وزٹ برائے تنظیمی استحکام و تنظیم نو

(گجرات، پنڈ دادنخان، چوآ سیدن شاہ، راولپنڈی، واہ کینٹ، کامرہ کینٹ)

مورخہ 6 جولائی کو مرکزی نائب ناظمہ نے گجرات کا وزٹ کیا اور گجرات کی ویمن لیگ کی صدر کو ضلعی نگران کی ذمہ داری دینے کے بعد گجرات تحصیل کی کنوینگ باڈی بنائی اور اعتکاف تک ٹیم مکمل کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا۔ پنڈ دادنخان میں ناظمہ ویمن لیگ سے ملاقات کرکے ورکنگ کا جائزہ لیا گیا اور اعتکاف کے ٹارگٹس سے آگاہ کیا گیا۔ دعوتی نشست سے چوآ سیدن میں بھی MWL کی تنظیم بنائی گئی۔

مورخہ 7 جولائی MWL راولپنڈی کی ضلع کی ٹیم بنانے کے لئے چاندنی چوک میٹنگ رکھی گئی جس میں PP's کے عہدیداران اور سابقہ ضلعی عہدے داران نے شرکت کی۔ MWL نے ضلعی تحریک کی باڈی اور PP's کے ذمہ داران سے مشاورت سے ضلع راولپنڈی کی تنظیم نو کی اور سابقہ کارکنان کی ورکنگ پر ان کو خراج تحسین پیش کیا۔

واہ کینٹ اور کامرہ کینٹ میں بھی UC's کے ذمہ داران اور کارکنان کی مشاورت سے تنظیم نو کی گئی اور نئی تنظیمات کو آئندہ ورکنگ کا لائحہ عمل اور اعتکاف کی ہدایات کے ساتھ کوٹہ کے بارے میں آگاہ کیا۔

وزٹ برائے تنظیمی استحکام۔ ضلع بہاولنگر

ضلع بہاولنگر میں تنظیمی نیٹ ورک کو بڑھانے اور استحکام دینے کے لئے مرکزی وفد محترمہ نوشابہ ضیاء ناظمہ MWL اور محترمہ ساجدہ صادق نائب ناظمہ MWL نے گذشتہ ماہ دورہ کیا۔ تحصیل عارف والا میں

کارکنان سے میٹنگ کی اور تنظیم نو کی گئی۔ ہارون آباد میں تنظیمی نشست ہوئی جس میں UC اور تحصیل کے عہدیداران کی مشاورت سے تنظیم نو کی گئی اور مسائل کے خاتمہ پر بحث ہوئی۔ تحصیل چشتیاں کی ورکشاپ میں کارکنان کو آئندہ کے لائحہ عمل اور تنظیم سازیوں کے فروغ پر بریفنگ دی گئی۔ تحصیل منچن آباد میں خصوصی نشست میں خدمت دین کی اہمیت اور امت مسلمہ کا کردار پر خصوصی گفتگو کرنے کے بعد منہاج القرآن کا دور حاضر میں کردار اور کارکنان کا فریضہ پر بھی بات کی گئی۔ مزید براں ذمہ داران کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا۔

شب بیداری۔علی پور چٹھہ

15 شعبان المعظم کی رات منہاج القرآن ویمن لیگ علی پور چٹھہ نے عظیم الشان شب بیداری کا اہتمام کیا۔ جس میں علاقہ بھر سے 700 خواتین نے شرکت کی۔ اس شب بیداری میں مرکزی ناظمہ تربیت محترمہ گلشن ارشاد نے خصوصی شرکت کی۔ شب بیداری کی محفل کا آغاز کلام پاک کی تلاوت سے ہوا اور پھر منہاج نعت کونسل کی طالبات مہناز، مریم اور کائنات نے خوبصورت انداز میں درود پاک پڑھا اور ثنا خوانی کی۔ محترمہ گلشن ارشاد نے فضائل شب بیداری کی مناسبت سے پرمغز خطاب کیا۔ آپ نے کہا شب برات گناہوں کے پتے جھڑنے کا موسم ہے۔ اس شب مبارک میں رب کائنات اپنے بندوں کی تقدیر کا فیصلہ فرماتا ہے اور جب بندہ ساری رات اپنے مالک کی بارگاہ میں قیام، سجود، ذکر، توبہ واستغفار کی کیفیت میں گزارتا ہے تو پروردگار اپنے اس بندے کی تقدیر کو بھلائی، بہتری اور کامیابی سے مزین فرماتا ہے۔ خطاب کے بعد رب کائنات کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کے لئے صلوٰۃ التسبیح ادا کی گئی اور پھر رقت انگیز ذکر اور آہوں اور سسکیوں بھری دعا سے شب بیداری اختتام پذیر ہوئی۔

PTI کے وفد کی PAT کے رہنماؤں سے ملاقات

صدر پاکستان تحریک انصاف (پنجاب) محمد اعجاز چودھری کی قیادت میں 4 رکنی وفد نے پاکستان عوامی تحریک (پنجاب) کے صدر بشارت عزیز جسپال سے ماڈل ٹاؤن سیکرٹریٹ میں ملاقات کی۔ صدر پاکستان تحریک انصاف پنجاب نے ملاقات کے دوران کہا کہ ہم مانتے ہیں ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے نظام کے خلاف درست سمت میں جدوجہد کی۔ موجودہ نظام انتخاب جمہوریت اور تبدیلی کا دشمن ہے اور انتخابی اصلاحات ناگزیر ہوچکی ہیں۔ پاکستان تحریک انصاف اور پاکستان عوامی تحریک کی منزل تبدیلی ہے اور اس کے لئے ورکنگ ریلشن شپ کے عمل کو آگے بڑھایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہے گا جبکہ میں پاکستان تحریک انصاف کی طرف سے پاکستان عوامی تحریک کی قیادت کو تحریک انصاف کے سیکرٹریٹ آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

اس موقع پر پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے محمد عاقل ملک، ساجد محمود بھٹی، محمد حنیف مصطفوی، میاں زاہد جاوید اور عبدالقادر جبکہ نور محمد، رانا محمد ندیم، حماد نیازی تحریک انصاف کی طرف سے موجود تھے۔ دونوں جماعتوں کے قائدین نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جمہوریت اور موجودہ نظام انتخاب کے درمیان کوئی جوڑ نہیں۔ انتخابی اصلاحات کے بغیر تبدیلی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ بلدیاتی الیکشن کے حوالے سے دونوں جماعتوں

میں اتفاق پایا گیا کہ اختیارات کی نچلی سطح تک تقسیم ہونی چاہئے اور صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی کے اراکین کے صوابدیدی اور مالیاتی اختیارات ختم کر کے انہیں صرف قانون سازی تک محدود کیا جائے تا کہ عوام کے حقوق دلانے کے لئے قانون سازی کا عمل آگے بڑھے۔

ملاقات کے بعد صحافیوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک پنجاب کے صدر بشارت عزیز جسپال نے کہا کہ عوام کو ریلیف دینے کی بجائے ان سے جینے کا حق بھی چھینا جارہا ہے، اوپر سے لوڈ شیڈنگ نے جینا عذاب کررکھا ہے۔ ایسا صرف اور صرف کرپٹ اور استحصالی نظام کی وجہ سے ہے۔عوام کو جان لینا چاہئے کہ موجودہ ظالمانہ نظام کو موت دیئے بغیر انہیں نجات نہیں مل سکتی۔ بلدیاتی انتخابات سے قبل قوم کے سامنے ضلعی حکومتوں کا قابل عمل ماڈل پیش کیا جائے گا۔

تحریک انصاف پنجاب کے صدر اعجاز چودھری نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ تبدیلی کی قوتیں تحفظات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک راستہ چن لیں۔ مستقبل میں تبدیلی کی تمام قوتوں کو اکٹھا ہونا ہوگا اس کے بغیر تبدیلی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ موجودہ الیکشن میں جس سے جو غلطی ہوئی اس کو دہرانے کی بجائے اکٹھے مل کر نظام کے خلاف جدوجہد کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ 3 ماہ کے اندر تبدیلی الیکشن کا قابل عمل ماڈل قوم کے سامنے لائیں گے اور خیبر پختونخواہ میں نافذ کر کے پنجاب میں بھی اس ماڈل کے حوالے سے دباؤ ڈالیں گے۔

مرکزی تین رکنی وفد کی اسلامک ویمن کانفرنس میں شرکت (رپورٹ: ملکہ صبا)

مجلس وحدۃ المسلمین اور ایرانی کونصلیٹ کے باہمی اشتراک سے مورخہ 30 جون کو PC ہوٹل پشاور میں اسلامک ویمن کانفرنس منعقد کی گئی جس میں مرکز کی جانب سے تین رکنی وفد نے شرکت کی جس میں محترمہ نوشابہ ضیاء (مرکزی ناظمہ)، محترمہ گلشن ارشاد (ناظمہ تربیت) اور محترمہ شہناز اختر کے علاوہ محترمہ لبنیٰ زیدی، پاکستان کی پہلی پائیلٹ شہناز لغاری نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں ''مسلم خواتین اور عصری تقاضے پر'' محترمہ نوشابہ ضیاء، گلشن ارشاد اور محترمہ شہناز لغاری نے اظہار خیال کیا جس کو سامعین نے بہت پسند کیا کہ ایک خاتون کی عصر حاضر میں کیا ذمہ داری ہے وہ کیونکر بہتر زندگی بسر کرسکتی ہے؟

گلوبل Peace اور خواتین کے کردار پر مرکزی ناظمہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ماں اپنے بچے کی تربیت میں بہترین کردار ادا کرتی ہے۔ اگر وہ اپنے بچے کی اچھی تربیت کرتی ہے تو وہ پرامن شخصیت بنتی ہے جو معاشرہ کی اصلاح کے لئے کام کرتی ہے لیکن جو ماں تربیت نہیں کرتی وہی بچے معاشرہ میں انتشار پھیلاتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ماؤں کے لئے ایسی Works hops اور پروگرام ترتیب دیئے جائیں جن میں ماں کو اپنے بچے کی تربیت کے لئے رہنمائی دی جائے۔ محترمہ گلشن ارشاد نے معاشی ترقی اور خواتین کے کردار کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ بلاشبہ معاشی ذمہ داریوں کا نگہبان تو مرد ہے مگر عورت کو معاشرے کی ترقی میں برابر کردار ادا کرنا ہوگا آج ہمیں سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی مثال کو سامنے رکھنا ہوگا۔ جو ہمارے لئے رول ماڈل ہیں۔

☆☆☆☆☆